طنز و مزاح کا مرقعہ

اُردو کی آخری کتاب

یعنی

چپڑ اُردو ریڈر

مولف
ابنِ انشاء

قیمت :-
۱۲/۵۰
بارہ روپے پچاس پیسے

۳۰۹۷ ب والا پہاڑی بھوجلہ، دہلی ۶

نام کتاب :- اُردو کی آخری کتاب

مطبوعہ :- خواجہ پریس دہلی

۱۲/۵۰

قیمت :- بارہ روپے پچاس پیسے

مقام اشاعت

کتاب والا ۲۷۹۳ پہاڑی بھوجلہ دہلی ۶

حوالہ چٹھی مورخہ ۱۴ر جنوری ۱۹۷۱ء

محترمی

تسلیم!

آپ کی جدید اردو ریڈر پر گہرا غور و خوض کیا گیا۔ ہمارے رائے میں یہ طلباء کو باقی ۵۶۶ درسی کتب سے بے نیاز کرنے کی ایک خطرناک کوشش ہے۔

خدشہ ہے کہ اسے پڑھ کر استاد طالب علم اور طالب علم استاد بن جائیں گے۔

لہذا ٹیکسٹ بک بورڈ اسے نامنظور کرنے میں مسرت کا اظہار کرتا ہے

نیاز مند

ابن انشا صاحب

میر قسیم محمود چیئرمین

باعث تحریر آنکہ

یہ کتاب ہم نے لکھ تو لی۔ لیکن جب چھاپنے کا ارادہ ہوا تو لوگوں نے کہا۔ ایسا نہ ہو کہ یہ کورس میں لگ جائے۔ ٹیکسٹ بک بورڈ والے اسے منظور کر لیں اور عزیز طالب علموں کا خونِ ناحق تمہارے حساب میں لکھا جائے۔ جن سے اب ملکہ نور جہاں کے حالات پوچھے جائیں تو ملکہ ترنم نور جہاں کے حالات بتاتے ہیں۔ ہم نے امتحاناً اس کتاب کا مسودہ ٹیکسٹ بک بورڈ کے چیئرمین میر نسیم محمود صاحب کو بھجوا دیا اور جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ انہوں نے گہرا غور و خوض کرنے کے بعد اسے نامنظور کر دیا۔ میر صاحب کوئی بات غلط کریں یا صحیح اس سے پہلے گہرا غور و خوض ضرور کرتے ہیں۔ ان سے پہلے یہ ہو چکا ہے کہ ایک صاحب کسی کام سے ٹیکسٹ بورڈ گئے۔ وہاں اپنے پسندیدہ فلمی نغمات کی کاپی بھول آئے۔ بورڈ نے اسی کو منظور کر کے پرائمری کے نصاب میں داخل کر دیا۔

ہم محکمہ تعلیم کے بھی ممنون ہیں۔ جنہوں نے اسکولوں کو سرکلر بھیج کر ہدایت کی ہے کہ اس کتاب کو نہ خریدا جائے۔ چنانچہ ہمیں ہر روز اسکول لائبریریوں کی طرف سے بے شمار آرڈر موصول

ہو رہے ہیں کہ کتاب ہمیں نہ بیچی جائے، اتنے کہ ہمارے لئے ان کی تعمیل کرنا دشوار ہو رہا ہے۔

ہم نے اس کتاب میں کوئی نئی بات نہیں لکھی، ویسے تو آج کل کسی بھی کتاب میں کوئی نئی بات لکھنے کا رواج نہیں۔ لیکن ہم نے بالخصوص وہی کچھ لکھا ہے جو برسوں پہلے پڑھا تھا۔ اتنا کہ یہ دن ہنگاموں کے تھے صدر ایوب گئے، جلسے جلوس آئے، جمہوریت، سوشلزم، فتوے اور الیکشن کے غلغلے بلند ہوئے۔ اس شور میں تاریخ، جغرافیہ، حساب، گرامر سبھی اسباق میں کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہو گئی، تاریخ ہند میں نئے پرانے بادشاہ باہم خلط ملط ہو گئے۔ اکبر کے نو رتنوں میں بھی ردوبدل ہو گئی۔ حتیٰ کہ مناظر قدرت اور ستاروں وغیرہ کا احوال لکھتے ہوئے بھی ہماری نظریں آسمان سے زیادہ زمین پر رہیں۔ بعض بادشاہوں کا احوال ہمیں اولیاء اللہ کے باب میں لکھنا تھا۔ لیکن بادشاہوں میں لکھ گئے اس میں ہماری نیت کا قصور نہیں، تاریخی واقعات کا قصور ہے۔ پڑھتے ہوئے یہ ملحوظ رکھا جائے کہ یہ کتاب صرف بالغوں کے لئے۔ ذہنی بالغوں کے لئے۔ مغمور نابالغوں کے لئے نہیں!

ابنِ انشاء

ایک دُعا

یا اللہ

کھانے کو روٹی دے!

پہننے کو کپڑا دے!

رہنے کو مکان دے!

عزت اور آسودگی کی زندگی دے!

"میاں یہ بھی کوئی مانگنے کی چیزیں ہیں؟"

کچھ اور مانگا کرو!"

" بابا جی! آپ کیا مانگتے ہیں؟"

" میں؟

میں یہ چیزیں نہیں مانگتا
میں تو کہتا ہوں۔
اللہ میاں! مجھے ایمان دے!
نیک عمل کی توفیق دے!!

" بابا جی! آپ ٹھیک دعا مانگتے ہیں.
انسان وہی چیز تو مانگتا ہے، جو اس
کے پاس نہیں ہوتی!"

ہمارا ملک

"ایران میں کون رہتا ہے؟"

"ایران میں ایرانی قوم رہتی ہے!"

"انگلستان میں کون رہتا ہے؟"

"انگلستان میں انگریزی قوم رہتی ہے!"

"فرانس میں کون رہتا ہے؟"

"فرانس میں فرانسیسی قوم رہتی ہے!"

"یہ کونسا ملک ہے؟"

"یہ پاکستان ہے!"

"اس میں پاکستانی قوم رہتی ہو گی ؟"

"نہیں! اس میں پاکستانی قوم نہیں رہتی۔"

"اس میں سندھی قوم رہتی ہے!"

"اس میں پنجابی قوم رہتی ہے!"

"اس میں بنگالی قوم رہتی ہے!"

"اس میں یہ قوم رہتی ہے!"

"اس میں وہ قوم رہتی ہے!"

"لیکن — پنجابی تو ہندوستان میں بھی رہتے ہیں!"

"سندھی تو ہندوستان میں بھی رہتے ہیں!"

"پھر یہ الگ ملک کیوں بنایا تھا؟"

"غلطی ہوئی معاف کر دیجئے۔ آئندہ نہیں بنائیں گے!"

ہمارا تمہارا خدا بادشاہ

کسی ملک میں ایک تھا بادشاہ۔ بڑا دانشمند، مہربان اور انصاف پسند۔ اس کے زمانے میں ملک نے بہت ترقی کی اور رعایا اس کو بہت پسند کرتی تھی۔ اس بات کی شہادت نہ صرف اس زمانے کے محکمۂ اطلاعات کے کتابچوں اور پریس نوٹوں سے ملتی ہے بلکہ بادشاہ کی خودنوشت سوانح عمری سے بھی۔

شاہ جمجاہ کے زمانے میں ہر طرف آزادی کا دور دورہ تھا۔ لوگ آزاد تھے اور اخبار آزاد تھے کہ جو چاہیں کہیں اور جو چاہیں لکھیں بشرطیکہ وہ بادشاہ کی تعریف میں ہو، خلاف نہ ہو۔

اس بادشاہ کا زمانہ ترقی اور فتوحات کے لئے مشہور ہے ہر طرف خوشحالی ہی خوشحالی نظر آتی تھی، کہیں تل دھرنے کو جگہ باقی نہ تھی۔ جو لوگ لکھ پتی تھے دیکھتے ہی دیکھتے کروڑپتی ہو گئے، حسن انتظام ایسا تھا کہ امیر لوگ سونا اچھالتے اچھالتے ملک کے اس سرے سے اس سرے تک، بعض اوقات بیرون ملک بھی چلے جاتے تھے۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ پوچھے اتنا سونا کہاں سے آیا اور کہاں لئے جا رہے ہو۔؟

روحانیت سے شغف تھا۔ کئی درویش اُسے ہوائی اڈے پر لینے چھوڑنے جاتے یا اس کی کامرانی کے لئے چلے کاٹتے تھے۔ طبیعت میں عفو اور درگذر کا مادہ از حد تھا۔ اگر کوئی شکایت کرتا تھا کہ فلاں شخص نے میری فلاں جائیداد ہتھیالی ہے۔ یا فلاں کارخانے پر قبضہ کر لیا ہے۔ تو مجرم خواہ بادشاہ کا کتنا ہی قریبی عزیز کیوں نہ ہو وہ کمال سیر چشمی سے اسے معاف کر دیتے تھے، بلکہ شکایت کرنے والوں پر خفا ہوتے تھے کہ عیب جوئی بری بات ہے۔

جب بادشاہ کا دل حکومت سے بھر گیا تو وہ اپنی چیک بکیں لیکر تارکِ دنیا ہو گیا، اور پہاڑوں کی طرف نکل گیا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اب بھی زندہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

برکاتِ حکومتِ غیر انگلشیہ

عزیزو! بہت دن پہلے اس ملک میں انگریزوں کی حکومت ہوتی تھی اور درسی کتابوں میں ایک مضمون "برکاتِ حکومتِ انگلشیہ" کے عنوان سے شامل رہتا تھا۔ اب ہم آزاد ہیں، اس زمانے کے مصنف حکومتِ انگلشیہ کی تعریفیں کیا کرتے تھے، کیونکہ اس کے سوا چارہ نہ تھا۔ ہم اپنے عہد کی آزاد اور قومی حکومتوں کی تعریف کریں گے۔ اس کی وجہ بھی ظاہر ہے۔

عزیزو! انگریزوں نے کچھ اچھے کام بھی کئے لیکن ان کے زمانے میں خرابیاں بہت تھیں۔ کوئی حکومت کے خلاف بولتا تھا یا لکھتا تھا، تو اس کو جیل بھیج دیتے تھے۔ اب نہیں بھیجتے۔ رشوت ستانی عام تھی۔ آجکل تو نہیں ہے۔ دوکاندار چیزیں مہنگی بیچتے تھے اور ملاوٹ بھی کرتے تھے۔ آج کل کوئی مہنگی نہیں بیچتا۔ ملاوٹ بھی نہیں کرتا۔ انگریزوں کے زمانے میں امیر اور جاگیردار عیش کرتے تھے۔ غریبوں کو کوئی پوچھتا بھی نہیں تھا اب امیر لوگ عیش نہیں کرتے اور غریبوں کو ہر کوئی اتنا پوچھتا ہے کہ وہ تنگ آجاتے ہیں۔

خصوصاً رانے وہندگی بالغان کے بعد سے۔

تعلیم اور صنعت وحرفت کو لیجئے۔ ربع صدی کے مختصر سے عرصے میں ہماری شرح خواندگی اٹھارہ فی صد ہوگئی ہے۔ غیر ملکی حکومت کے زمانے میں ایسا ہو سکتا تھا۔؟

انگریز شروع میں ہمارے دستکاروں کے انگوٹھے کاٹ دیتے تھے۔ اب کارخانوں کے مالک ہمارے اپنے لوگ ہیں دستکاروں کے انگوٹھے نہیں کاٹتے ہاں کبھی کبھی پورے دست کار کو کاٹ دیتے ہیں۔

آزادی سے پہلے ہندو بنئے اور سرمایہ دار ہمیں لوٹا کرتے تھے ہماری خواہش تھی کہ یہ سلسلہ ختم ہو اور ہمیں مسلمان بنئے اور سیٹھ لوٹیں۔ الحمدللہ کہ یہ آرزو پوری ہوئی، جب سے حکومت ہمارے ہاتھ میں آئی ہے ہم نے ہر شعبہ میں بہت ترقی کی ہے۔ درآمد برآمد بھی بہت بڑھ گئی ہے۔ ہماری خاص برآمدات دو ہیں: زرخود اور زرمبادلہ، درآمدات ہم گھٹاتے جا رہے ہیں۔ ایک زمانے میں تو خارجہ پالیسی تک باہر سے درآمد کرتے تھے۔ اب یہاں بننے لگی ہے۔

٭٭٭

ایک سبق جغرافیے کا

جغرافیہ میں سب سے پہلے یہ بتایا جاتا ہے کہ دنیا گول ہے! ایک زمانے میں بے شک یہ چپٹی ہوتی تھی، پھر گول قرار پائی۔ گول ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ لوگ مشرق کی طرف سے جاتے ہیں مغرب کی طرف جا نکلتے ہیں۔ کوئی ان کو پکڑ نہیں سکتا۔ اسمگلروں، مجرموں اور سیاستدانوں کے لئے بڑی آسانی ہوگئی۔

ہٹلر نے زمین کو دوبارہ چپٹا کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ کامیاب نہیں ہوا۔

پرانے زمانے میں زمین گل محمد کی طرح ساکن ہوتی تھی۔ سورج اور آسمان وغیرہ اس کے گرد گھوما کرتے تھے۔ شاعر کہتا ہے "رات دن گردش میں ہیں سات آسمان" پھر گلیلیو نامی ایک شخص آیا اور اس نے زمین کو سورج کے گرد گھمانا شروع کر دیا۔ پادری بہت ناراض ہوئے کہ یہ ہم کو کس چکر میں ڈال دیا ہے۔ گلیلیو کو تو انہوں نے قرار واقعی سزا دے کر آئندہ اس قسم کی حرکات سے روک دیا زمین کو البتہ نہیں روک سکے برابر حرکت کئے جا رہی ہے۔

شروع میں دنیا میں تھوڑے ہی ملک تھے۔ لوگ خاصی امن چین کی زندگی بسر کرتے تھے۔ پندرھویں صدی میں کولمبس نے امریکہ دریافت کیا۔ اس کے بارے میں دو نظریے ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا قصور نہیں یہ ہندوستان کو یعنی ہم کو دریافت کرنا چاہتا تھا۔ مگر غلطی سے امریکہ کو دریافت کر بیٹھا۔ اس نظریے کو اس بات سے تقویت ملتی ہے کہ ہم ابھی تک دریافت نہیں ہو پائے۔

دوسرا فریق کہتا ہے کہ نہیں، کولمبس نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی یعنی امریکہ دریافت کیا۔ بہرحال اگر یہ غلطی بھی تھی تو بہت سنگین غلطی تھی۔ کولمبس تو مر گیا، اس کا خمیازہ ہم لوگ بھگت رہے ہیں۔

پاکستان

حدود اربعہ:۔ پاکستان کے مشرق میں سیٹو ہے۔ مغرب میں سنٹو ہے۔ شمال میں تاشقند اور جنوب میں پانی یعنی جانے مفر کسی طرف نہیں۔

پاکستان کے دو حصے ہیں۔ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان یہ ایک دوسرے سے بڑے فاصلے پر ہیں۔ کتنے بڑے فاصلے پر اس کا اندازہ اب ہو رہا ہے۔

دونوں کا اپنا اپنا حدود اربعہ بھی ہے۔

مغربی پاکستان کے شمال میں پنجاب۔ جنوب میں سندھ مشرق میں ہندوستان اور مغرب میں سرحد اور بلوچستان ہیں۔ یہاں پاکستان خود کہاں واقع ہے اور واقع ہے بھی کہ نہیں اس پر آج کل ریسرچ ہو رہی ہے۔

مشرقی پاکستان کے چاروں طرف آجکل مشرقی پاکستان ہی ہے۔

بھارت

یہ بھارت ہے۔ گاندھی جی یہیں پیدا ہوئے تھے۔ لوگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ان کو مہاتما کہتے تھے۔ چنانچہ مار کر ان کو یہیں دفن کر دیا۔ اور سمادھی بنا دی۔ دوسرے ملکوں کے بڑے لوگ آتے ہیں تو اس پر پھول چڑھاتے ہیں۔ اگر گاندھی جی نہ مرتے۔ یعنی نہ مارے جاتے تو پورے ہندوستان میں عقیدت مندوں کے لئے پھول چڑھانے کی کوئی جگہ نہ تھی۔ یہی مسئلہ ہمارے یعنی پاکستان والوں کے لئے بھی تھا۔ ہمیں قائداعظم کا ممنون ہونا چاہئے کہ خود ہی

مر گئے اور سفارتی نمائندوں کے پھول چڑھانے کی ایک جگہ پیدا کردی۔ ورنہ شاید ہمیں بھی ان کو مارنا ہی پڑتا

بھارت کا مقدس جانور گائے ہے۔ بھارتی اسی کا دودھ پیتے ہیں۔ اسی کے گوبر سے چوکا لیپتے ہیں۔ لیکن آدمی کو بھارت میں مقدس جانور نہیں گنا جاتا۔

***

تاریخ

تاریخ کے چند دور

راہوں میں پتھر
جلسوں میں پتھر
سینوں میں پتھر
عقلوں پہ پتھر

آستانوں پہ پتھر
دیوانوں پہ پتھر
پتھر ہی پتھر
یہ زمانہ پتھر کا زمانہ کہلاتا ہے

دیگیں ہی دیگیں
چمچے ہی چمچے
سکے ہی سکے
پیسے ہی پیسے
سونا ہی سونا
چاندی ہی چاندی
یہ زمانہ دھات کا زمانہ کہلاتا ہے

ایک اور زمانہ ہے آئرن ایج
یعنی لوہے کا زمانہ

لوہا وہ دھات ہے
جس کا سب لوہا مانتے ہیں۔

ہل کا پھل بھی لوہا۔
کارخانے کی کل بھی لوہا۔
لوہا مقناطیس بن جاتا ہے۔
تو چاندی تک کو کھینچ لیتا ہے
سَو سنار کی ایک لوہار کی
سونے والے لوہے والوں سے ڈرتے ہیں
لیکن کوئی کہاں تک ڈرکوائے گا۔
ہمارے ہاں بھی لوہے کا زمانہ آئے گا۔
کچا لوہا اور کسی کام کا نہیں
بس اس سے آدمی بناتے ہیں۔
جو مردِ آہن کہلاتے ہیں۔
ان کو زنگ لگ جاتا ہے۔
بلکہ کھا جاتا ہے۔
پھر بھی لوگ گھوڑے پر سے اٹھا لاتے ہیں
زندہ باد کے نعروں سے جلاتے ہیں۔

یہ اور دور ہے۔
لوگ ننگے گھومتے ہیں
ننگے ناچتے ہیں

ننگے کلبوں میں جاتے ہیں۔
ایک دوسرے کو جلسوں میں ننگا کرتے ہیں۔
عوام تک جسے کپڑے اتار لیتے ہیں۔
بلکہ کھال کھینچ لیتے ہیں۔
کھالوں سے زرِ مبادلہ کماتے ہیں۔
گوشت کچا کھا جاتے ہیں۔
نہ چولہا ہے نہ سیخ ہے۔
یہ زمانہ قبل از تاریخ ہے

ملاوٹ کی صنعت
رشوت کی صنعت
کوٹھی کی صنعت
پکوڑی کی صنعت
حلوے کی صنعت
مانڈے کی صنعت
بیانوں اور نعروں کی صنعت
تعویذوں کی اور گنڈوں کی صنعت
یہ ہمارے یہاں کا صنعتی دور ہے۔

کاغذ کے کپڑے
کاغذ کے مکان
کاغذ کے آدمی
کاغذ کے جنگل
کاغذ کے شیر
ذرا نم ہو تو سب کے سب ڈھیر۔
کاغذ کے نوٹ
کاغذ کے ووٹ
کاغذ کا ایمان
کاغذ کے مسلمان
کاغذ کے اخبار
اور کاغذ ہی کے کالم نگار
یہ سارا کاغذ کا دور ہے

اب اس آخری دور کو دیکھئے۔

پیٹ روٹی سے خالی
جیب پیسے سے خالی
باتیں بصیرت سے خالی۔

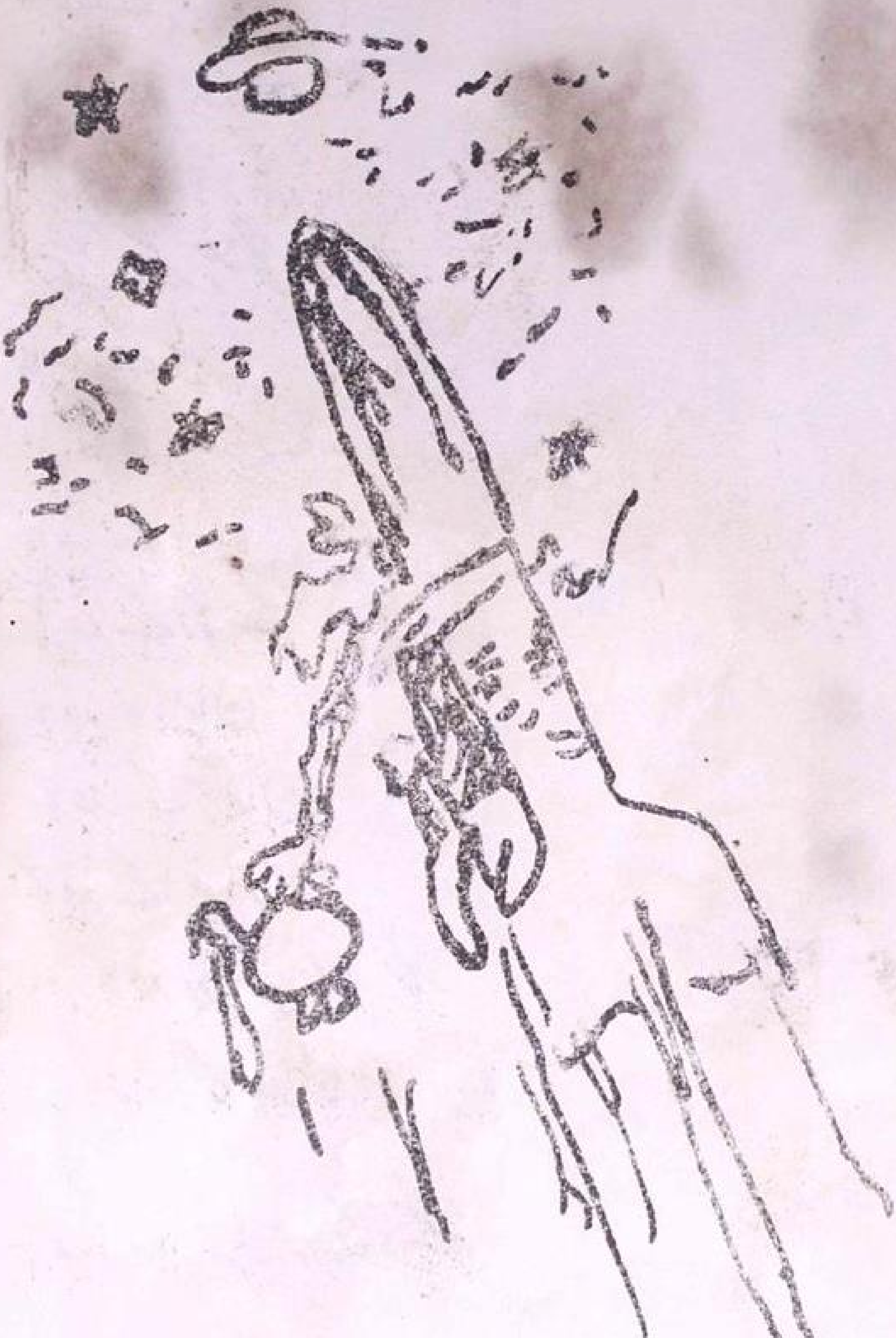

وعدے حقیقت سے خالی۔
دل درد سے خالی
دماغ عقل سے خالی
شہر فرزانوں سے خالی۔
جنگل دیوانوں سے خالی
یہ خلائی دور ہے
لوگ تو ہم کے غبارے پھلاتے ہیں۔
معجون فلک سیر کھاتے ہیں
رویت ہلال کمیٹیاں بناتے ہیں۔
آسمان کے تارے توڑ لاتے ہیں
ڈٹ کر دبنے نوش فرماتے ہیں۔
بیت الخلاء میں مدار پر پہنچ جاتے ہیں۔
یہ ہمارے ہاں کا خلائی دور بھی ہے

٭٭٭

رامائن اور مہابھارت

رامائن

رامائن رام چندر جی کی کہانی ہے۔ یہ راجہ دسرتھ کے پرنس آف ویلز تھے لیکن ان کی سوتیلی ماں کیکئی اپنے بیٹے بھرت کو راجہ بنانا چاہتی تھی۔ اس کے بہکانے پر راجہ دسرتھ نے رام چندر جی کو چودہ برس کے لئے گھر سے نکال دیا۔ ان کی رانی سیتا اور ان کے بھائی لکشمن بھی ساتھ ہو لئے۔ بن باس کے لئے نکلتے وقت رام چندر جی کے پاس کچھ بھی نہ تھا بس ایک کھڑاؤں تھی، وہ بھی بھرت نے رکھوا لی کہ آپ کی نشانی ہمارے پاس رہنا چاہیئے۔ اس کھڑاؤں کو بھرت تخت کے پاس بلکہ اوپر رکھتا تھا۔ تاکہ رام چندر جی کا کوئی آدمی چرا کر نہ لے جائے۔

جنگل میں رہنے کی وجہ سے انہیں دن گذارنے میں چنداں تکلیف نہ ہوتی تھی۔ رام جی تو آخر رام جی تھے۔ زیادہ کام لکشمن یعنی برادرِ خورد نہ کیا کرتے تھے۔

یہ لوگ گن گن کر دن گزار رہے تھے کہ کب چودہ برس پورے ہوں اور کب یہ واپس جا کر راج پاٹ سنبھالیں اور رعایا کی بے لوث خدمت کریں۔

ایک روز جب کہ رام اور لکشمن دونوں شکار کو گئے ہوئے تھے۔ لنکا کا راجہ راون آیا اور سیتا جی کو اٹھا کر لے گیا۔ اس پر رام چندر جی اور راون میں لڑائی ہوئی۔ گھمسان کا رن پڑا جیسا کہ دسہرے کے تہوار میں آپ نے دیکھا ہوگا۔

ہنومان جی اور ان کے بندروں نے رام چندر جی کا ساتھ دیا، اور وہ راون اور اس کے راکششوں کو مار کر جیت گئے۔ پرانے خیال کے ہندو اسی لئے بندروں کی اتنی عزت کرتے ہیں۔ اور ان کو انسانوں پر ترجیح دیتے ہیں۔

مہابھارت

مہابھارت کوروؤں اور پانڈوؤں کی لڑائی کی داستان ہے۔ کورو تو جیسا نام سے ہی ظاہر ہے بڑے کور چشم تھے۔ ہاں پانڈو اچھے تھے۔ اتنا ضرور ہے کہ کبھی کبھی جوا کھیل لیتے تھے جو نے میں بے ایمانی کبھی نہ کرتے تھے۔ اور جیتا ہوا مال کبھی نہ چھوڑتے تھے

ایک فلم مہابھارت کے نام سے بن چکی ہے۔ اس کے ڈائریکٹر ایکٹر اور ایکٹرسوں کے نام سے ہم واقف نہیں۔ لہذا اس بارے میں ہم زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے۔

مہابھارت کے زمانے میں شادی میں ایسی مشکلات نہ ہوتی تھیں جیسی آجکل ہوتی ہیں۔ کہ لڑکے کا حسب و نسب جائیداد اور تعلیم وغیرہ پوچھتے ہیں۔ حتیٰ کہ ذریعہ روزگار بھی۔ پنجابی پوربی کا سوال بھی اٹھتا ہے اور شیعہ سنّی کی دیکھ پرکھ بھی ہوتی ہے، مہابھارت کے سنہری زمانے میں لوگ سوئمبر رچاتے تھے۔ جو شخص بھی نیچے تیل کے کنڈ میں عکس پر نظر جمائے اوپر گھومتی مچھلی کی آنکھ میں تیر کا نشانہ لگاتا تھا اس کے سر اپنی لڑکی کو منڈھ دیتے تھے۔ دروپدی کے سوئمبر میں ارجن نے تیر مارا۔ جو گھومتی مچھلی کی آنکھ میں سیدھا لگا۔ یہ حسن اتفاق تھا ورنہ تو ایسے کرتب کے لئے ماہر بازی گر یا نٹ ہونا ضروری ہے، ہم آپ نہیں لگا سکتے۔

کورو اور پانڈو میں لڑائی کیوں ہوتی تھی، یہ ہم نہیں جانتے ہر لڑائی کے لئے وجہ کا ہونا ضروری بھی نہیں، اب کچھ آنکھوں دیکھا حال اس لڑائی کا سنئیے۔

"خواتین و حضرات! یہ کورو کشیتر کا میدان ہے جو تحصیل کتھل ضلع کرنال میں واقع ہے۔ لڑائی اب شروع ہونے ہی والی ہے۔ کورو ایک طرف ہیں۔ پانڈو دوسری طرف ہیں۔ یہ ہونا بھی چاہیئے

ان کے علاوہ بھی کچھ لوگ میدان میں نظر آ رہے ہیں۔ یہ درونا چاریہ ہیں۔ دونوں فریقوں کے بزرگ ہیں۔ اپنا لشکر کوروؤں کو دے رکھا ہے۔ اگنیشر واد پانڈوؤں کو دے رکھی ہے۔ پانڈوؤں کا مطالبہ تھا کہ آشیرواد کوروؤں کو دے دیں، لشکر ہمیں دیدیں لیکن اچاریہ جی نہیں مانے

"یہ کون ہیں...؟

یہ کرشن جی ہیں۔ مشہور افسانہ نگار کرشن نہیں، نہ مہاشہ کرشن بلکہ اور صاحب ہیں۔ کرشن بھگوان۔ ابھی ابھی مکھن کھا کر میدان میں آ رہے ہیں۔ مکھن ابھی تک ہونٹوں پر لگا ہے۔ بیٹھے گیتا لکھ رہے ہیں۔ ارجن کو اُپدیش دے رہے ہیں، یاد رہے کہ کورو اور پانڈو ایک دوسرے کے کزن ہیں،

ارے لو... گھانڈے سے گھانڈا بجنے لگا اور رتھ سے رتھ ٹکرانے لگا۔ یہ لڑائی تو لیبی چلتی معلوم ہوتی ہے۔ لہذا اب ہم واپس اسٹوڈیو چلتے ہیں۔"

⁂

ضلع گمرہ

گوروائیک

سوالات

۱۔ ارجن نے گھومتی مچھلی کی آنکھ میں تیر مارنے کے علاوہ بھی کبھی کوئی تیر مارا تھا۔؟

۲۔ بھارت اور پاکستان کی جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء کا درونا آچار یہ کون تھا۔؟

۳۔ کورو اور پانڈو ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے تھے؟ اس موضوع پر جواب مضمون لکھو، زیادہ سے زیادہ دس الفاظ میں آجانا چاہیئے۔

٭

سکندرِ اعظم

یہ بادشاہ جو پنجاب کے ایک سابق وزیر اعظم اور پاکستان کے ایک سابق صدر کا ہمنام تھا۔ مقدونیہ کے بادشاہ فیلقوس کا بیٹا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد گدی پر بیٹھا جو اس کی سعادت مندی کی دلیل تھی۔ باپ کی زندگی میں بیٹھ جاتا تو باپ کیا کر لیتا؟ مورخین نے سکندر کی شجاعت اور دوسری صلاحیتوں کی بے حد تعریف کی ہے۔

مشہور مورخ سہراب مودی بھی اپنی ایک فلم اسکرپٹ میں لکھتے ہیں کہ سکندر بہت اچھا بادشاہ تھا۔

سکندر یونان سے فوج لے کر نکلا اور ایران پہنچا۔ یہاں پہنچتے ہی اس نے دارا کو مارا۔ اور پھر ہندوستان کی راہ لی جہلم کے قریب اس کی مڈبھیڑ راجہ پورس سے ہوئی۔ اس زمانے میں راجاؤں کے نام بڑے روشن اور چھوٹے ہوتے تھے۔ جتنی بڑی راجہ پورس کی سلطنت تھی اتنی بڑی بڑی تو پنجاب کے کئی زمینداروں کی جاگیریں ہیں۔

خیر۔۔۔ لڑائی ہوئی۔ چونکہ لڑائی میں ایک فریق کا

اپنا نرورہی ہوتا ہے اور سکندر کی حیثیت ایک طرح سے مہمان کی تھی
لہذا پورس ہار گیا پکڑا گیا اور سکندر کے سامنے پیش کیا گیا۔
سکندر نے دعا سلام اور ماضی باتیں اور بھلے چنگے کے بعد
پوچھا۔
"اے راجہ پورس بتا تیرے سے کیا سلوک کیا جانے ؟"
پورس نے کہا: "اے سکندر اعظم حیف کہ تو اتنا بڑا بادشاہ
ہو کر غلط زبان بولتا ہے۔ یہ "تیرے سے" کہاں کی بولی ہے۔؟
ایسا تو گنوار بولتے ہیں۔ اب رہا سلوک کا سوال۔ بھلا یہ بھی کوئی
پوچھنے کی بات ہے ؟ وہ سلوک کرو جو بادشاہ بادشاہوں کے
ساتھ کیا کرتے ہیں ۔"
سکندر نیا نیا بادشاہ ہوا تھا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ بادشاہ
لوگ بادشاہوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں !
اس نے اپنے درباری مورخوں سے پوچھا۔ انہوں نے مثالیں
دے کر جو کچھ بتایا اس کی روشنی میں سکندر نے کھڑے کھڑے تلوار
نکال کر پورس کی بھٹا سی گردن اڑا دی۔ بعد میں پورس پچھتایا کہ میں
نے ایسی احمقانہ فرمائش کیوں کی تھی ؟
بعض تاریخوں میں یہ واقعہ اور طرح آیا ہے۔ لکھا ہے کہ
پورس کی بات سن کر سکندر بہت خوش ہوا شیخی میں آ گیا۔ اس نے نہ صرف
پورس کی جان بخشی کر دی بلکہ اس کا علاقہ بھی اسے لوٹا دیا۔ ہو سکتا

وہ سلوک جو بادشاہ بادشاہوں کے ساتھ
کیا کرتے ہیں

یہی بات صحیح ہو۔ یہ بات اتنی پرانی ہے کہ اس پر اب بحث کرنا
فضول ہے۔ پورس اگر اس وقت نہیں مرا تو بعد میں مر گیا۔

واضح رہے کہ بعد میں سکندر بھی مر گیا جس کا پس منظر نہایت
ہی افسوسناک ہے۔

مبینہ طور پہ جناب خضر نے سکندر سے کہا تھا کہ چلو میرے
ساتھ آبِ حیات کے چشمے پہ دو گھونٹ پی لینا۔ اور ابد تک دنیائے
فانی میں دندنانا۔ لوگوں کے سینے پر مونگ دلنا۔ وہاں پہنچ کر خضر
صاحب سارا پانی خود پی گئے، سکندر کو سوکھا لوٹا دیا۔

جو کیا خضر نے سکندر سے وہی کیا خضر حیات نے سکندر حیات
سے۔ کیونکہ سکندر حیات تو مدت ہوئی لد گئے اس عمر میں جو لدنے
کی نہ تھی اور خضر حیات جو ان کے وزیر تھے ساٹھے پاٹھے اپنی جاگیر
پہ بیٹھے ہیں۔

اسکندر مرزا مرحوم کے خضر بھی خدا کے فضل سے بقید حیات
ہیں اور بخیریت ہیں جس سے ثابت ہوا کہ آبِ حیات میں واقعی بڑی
تاثیر ہے۔

سوالات

۱۔ سکندر حیات، سکندر مرزا اور سکندر اعظم میں سے کون بڑا فاتح ہے۔؟

۲۔ پورس کون تھا؟ کیا پورس اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے علاوہ بھی پنجاب میں کبھی کوئی دیسی حکمراں ہوا ہے؟

۳۔ حسب ذیل میں سے کسی پانچ پر مضمون لکھو:
سکندر، خضر، سکندر حیات، خضر حیات

۴۔ فلم سکندر اعظم میں کس کس نے کام کیا تھا؟ اس کا کوئی گانا یاد ہو تو سناؤ۔؟

خاندانِ غزنوی سے خاندانِ لودھی تک

سُلطان محمود غزنوی

یہ غزنوی خاندان کا سب سے مشہور بادشاہ تھا۔ اس نے ہندوستان پر سترہ حملے کئے۔ شروع کے حملوں میں تو وہ چند ناگزیر وجوہ سے واپس جاتا رہا۔ آخر ہندوستان کو فتح کر لیا۔ اس نے سومنات کا بت بھی توڑا جس میں سے زر و جواہر کا بہت بڑا خزانہ نکلا۔

کہتے ہیں کہ سومنات کو اس نے صرف اپنا فرض سمجھتے ہوئے توڑا تھا۔ روپے کی لالچ میں نہیں۔ تاہم ان زر و جواہر کو اس نے پھینک نہیں دیا۔ اونٹوں پہ لدوا کر اپنے ساتھ غزنی لے گیا۔

ایاز اس کا غلام تھا۔ علامہ اقبال سے روایت ہے کہ جب عین لڑائی میں وقت نماز آتا تھا تو یہ دونوں یعنی محمود اور ایاز ایک صف میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ باقی فوج لڑتی رہتی تھی۔

محمود پر الزام لگایا جاتا ہے کہ اس نے فردوسی سے شاہنامہ لکھوایا اور اس کی ساٹھ ہزار اشرفیاں نہیں دیں بلکہ ساٹھ ہزار روپے دے کر ٹالنا چاہا۔ یہ الزام بے جا ہے۔ بے شک وعدہ ایک اشرفی فی شعر ہی کیا گیا تھا۔ لیکن اس وقت گمان نہ تھا کہ فردوسی واقعی یہ کتاب لکھنے بیٹھ جائے گا۔ اور اس کو اتنا لمبا کر دے گا۔

یہ کتاب حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام کے طرز پر لکھی گئی ہے۔ فردوسی چاہتا تو بہت تھوڑے صفحوں پر ایران کی پوری تاریخ بیان کر سکتا تھا کہ فلاں بادشاہ نے فلاں بادشاہ کو مارا وغیرہ۔ لیکن وہ اس میں پہلوانوں اور اژدہوں وغیرہ کے قصے ڈال کر لمبا کرتا گیا۔ بھلا ایک کتاب کی ساٹھ ہزار اشرفیاں دی جا سکتی ہیں۔ بجٹ بھی تو دیکھنا پڑتا ہے۔ محمود کی ہم تعریف کریں گے کہ پھر بھی ساٹھ ہزار روپے کی رقم فردوسی کو بھجوائی، خواہ اس کے مرنے کے بعد ہی بھجوائی۔ آج کل کے پبلشر اور قدردان تو مرنے کے بعد بھی مصنف کو کچھ نہیں دیتے۔ ساٹھ ہزار روپے تو بڑی چیز ہے۔ ان سے ساٹھ روپے ہی وصول ہو جائیں تو مصنف اپنے کو خوش قسمت سمجھتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ سلطان موصوف بہت فیاض بھی تھا۔

سوالات

۱۔ محمود غزنوی نے ہندوستان پر سترہ کیا کئے تھے ؟
۲۔ محمود غزنوی نے سترہ حملے کس ملک پر کئے تھے ؟
۳۔ ہندوستان پر سترہ حملے کس بادشاہ نے کئے تھے ۔؟
صحیح صحیح بتاؤ ۔؟
۴۔ محمود غزنوی نے ہندوستان پر اٹھارہ حملے کیوں نہیں کئے ۔
سترہ پر کیوں اکتفا کی ؟

نوٹ ، ہر سوال نمبر ۴ ، ۱ ، ۳ اور ۳ لازمی ہیں ۔

※

خاندانِ غوری

غزنوی خاندان کے بعد کسی نہ کسی خاندان کو تو آنا ہی تھا چنانچہ غوری خاندان آیا۔ اس خاندان کا عہد بہت مختصر رہا۔ یہ لوگ اس بات پر غور ہی کرتے رہے کہ ملک کو کیسے ترقی دی جائے۔۔۔؟ کسی بات پر عمل کرانے کی مہلت ہی نہ ملی۔

سلطان محمد غوری اس خاندان کا مشہور اور لیاقت مند بادشاہ تھا۔ ایک بار وہ گکھڑوں کی شورش رفع کرانے کے لئے ان کے علاقہ نواح راولپنڈی میں گیا اور کسی گکھڑ کے ہاتھوں مارا گیا حفیظ ہوشیارپوری اور رئیس امروہوی نے قطعات تاریخ لکھے اگر وہ گکھڑوں کے ہاں جانے کی بجائے ان کو اپنے ہاں بلاتا اور گھر بیٹھے ان کی شورش رفع کر دیتا تو زیادہ اچھا رہتا۔

خاندانِ غلامان

اس خاندان کا بانی مبانی ایک شخص غلام محمد نامی تھا، اسی لئے یہ خاندان غلامان کہلایا۔ دوسری وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس خاندان کے عہد میں بعض بڑی طاقتوں کے نام خطِ غلامی لکھا گیا چونکہ اس خاندان کے بہت سے اعیانِ سلطنت کی عمر انگریز کی غلامی میں گزری تھی۔ اس لئے بھی اس کو خاندان غلامان کا نام دیا گیا۔

اس زمانے میں ذاتی اور انفرادی غلامی تو ختم ہو رہی تھی، ہاں کسی ملک کا کسی دوسرے ملک کا غلام ہونا معیوب نہ سمجھا جاتا تھا۔ آقا ملک اپنے غلام ملک کو ایڈ دیتا تھا۔ اپنی فالتو پیداوار بھیجتا تھا تاکہ سمندر میں نہ ڈبونی پڑے اور فالتو آدمی جن کا اس کے ملک میں کوئی مصرف نہ ہوتا مشیر بنا کر ساتھ کر دیتا تھا۔ غلام ملک کی ذمہ داریاں کچھ زیادہ نہ ہوتی تھیں۔ بس حق ناحق میں آقا ملک کا ساتھ دینا ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں غلام ملک اپنے ہاں فولاد کا کارخانہ بھی نہ لگاتا تھا خارجہ پالیسی بھی پوچھ کر بناتا تھا۔ بلکہ آقا ملک سے بنی بنائی منگاتا تھا۔

خلجی خاندان

اس خاندان نے جتنے دن حکومت کی خود بھی خلجان میں مبتلا رہا۔ قوم کو بھی خلجان میں رکھا اسی لئے اس کو خلجی خاندان کہتے ہیں۔ اس خاندان کے سربراہ کا نام بھی "خ" سے شروع ہوتا تھا ایک شاعر نے یہ قصیدہ اسی کی شان میں لکھا تھا ؎

کس چیز کی کمی ہے خواجہ تری گلی میں
گھوڑا تری گلی میں، ٹھیا تری گلی میں

اس بادشاہ کے عہد میں فن طباخی کو بہت ترقی ہوئی چرندوں پرندوں کے لئے یہ دور کچھ اچھا نہ تھا۔ مرغ وماہی بادشاہ کا نام سنکر تھر تھر کانپتے تھے۔ سودا نامی شاعر تو یہاں تک کہتا ہے کہ ؎

تڑپے تھا مرغِ قبلہ نما آشیانے میں

اردو کی مشہور کلاسیک مکمل مرغی خانہ با تصویر اسی عہد میں تصنیف ہوئی۔ اب تک اس کے ستر ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

تغلق خاندان

اس خاندان کے سرکاری دفاتر کراچی کے "تغلق ہاؤس" میں تھے اسی لئے یہ تغلق خاندان کہلایا۔ انہی دفاتر میں بیٹھے بیٹھے وزراء نے سلطنت کو پہلے پہل خیال آیا کہ دارالحکومت بدلنا چاہیئے، دہلی سے دیوگری چلنا چاہیئے اور کچھ نہیں تو تھوڑی تفریح ہی رہے گی سفر کا مزہ بھی ملے گا، اس منصوبے پر عمل بعد میں ہوا۔

تغلق کا لفظ اغلاق سے نکلا ہے، جس کے معنی مشکل پسندی اور مشکل گوئی وغیرہ ہیں۔ ہمارے دوست عبدالعزیز خالد اس دور میں ہوتے تو ملک الشعراء ہوتے۔ ہر وقت خلعت فاخرہ زیب تن کئے رہتے۔ یوں خالی بش شرٹ میں نہ گھوما کرتے

فیروز خاں تغلق اسی خاندان کا مشہور بادشاہ تھا یہ اپنا رشتہ چنگیز خاں سے ملایا کرتا تھا۔ اور کوٹلے بنایا کرتا تھا چنانچہ فیروز شاہ کوٹلہ مشہور ہے۔ اس کی تصانیف میں تاریخ فیروز شاہی فیروز اللغات اور چشم دید مشہور ہیں۔

تاریخ فیروز شاہی تاریخ کی کتاب ہے، فیروز اللغات ایک لغات ہے اور چشم دید میں بادشاہ نے اپنے وہ

حالات لکھے ہیں جو اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔

فیروز تغلق کے زمانے میں چیزیں سستی تھیں۔ کم از کم آج کے مقابلے میں آٹا دال، بناسپتی گھی بھی، پیٹرول بھی، اے کاش وہ آج بھی زندہ ہوتا اور ہمارا بادشاہ ہوتا۔

لودھی خاندان

اس خاندان کا مشہور ترین بادشاہ سکندر لودھی تھا۔ اس کو سکندر اعظم کے ساتھ خلط ملط نہ کرنا چاہیئے۔ وہ زمانہ قبل از مسیح پیدا ہوا تھا۔ یہ زمانہ بعد از مسیح میں ہوا۔ بعض کتابوں میں اس خاندان کا نام "لوبھی" لکھا ہے۔ جس کے معنی لالچی یعنی اقتدار کی لالچ رکھنے والا ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارے خیال میں صحیح نام لودھی ہی ہے۔ اس خاندان کا مورث اعلیٰ لودھیانہ سے آیا ہوگا۔ جیسے یہ خاکسار آیا ہے۔ یہ خاکسار اپنے کو لودھی نہیں لکھتا۔ جس کی وجہ خاکساری ہے

سکندر لودھی، فیروز خان تغلق کو معزول کرکے برسراقتدار آیا تھا۔ اتفاق دیکھئے۔ خود اس کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ اس کے سپہ سالار نے اسے تخت سے اتار کر بعبور دریائے شور بھیج دیا۔ یعنی ملک بدر کر دیا۔ اور خاندان گندھارا کی بنیاد رکھی۔ خاندان گندھارا کی فرماں روائی ایک مدت تک اچھی طرح چلی لیکن آخر سلطنت کے ٹکڑے ہونے شروع ہو گئے ہر

حتی کہ ملک بائیس خاندانوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایسا ہو جائے تو پھر مغل آیا ہی کرتے ہیں۔
چنانچہ آئے۔ سلطنتِ مغلیہ قائم کی۔

سوالات

۱۔ گھگھڑوں پر جواب مضمون لکھو۔ لیکن ذرا دور رہ کر۔ یہ خطرناک لوگ ہیں۔
۲۔ کیا غلامی، خاندان غلامان کے ساتھ ہی ختم ہو گئی
۳۔ فیروز تغلق نے فیروز اللغات کیوں لکھی تھی؟

احوال خاندانِ مغلیہ کا

بابر

بابر بادشاہ سمرقند سے ہندوستان آیا تھا تاکہ یہاں خاندان مغلیہ کی بنا ڈال سکے، یہ کام تو وہ بہ حسن وخوبی اپنے وطن میں بھی کر سکتا تھا۔ البتہ پانی پت کی پہلی لڑائی میں اس کی موجودگی ضروری تھی۔

یہ نہ ہوتا تو وہ لڑائی یکطرفہ ہوتی، ایک طرف ابراہیم لودھی ہوتا، دوسری طرف کوئی بھی نہ ہوتا۔ لوگ اس لڑائی کا حال پڑھ پڑھ کر ہنسا کرتے۔

یہ بادشاہ تزک لکھتا تھا۔ ٹوٹے پھوٹے شعر بھی کہتا تھا، پیشن گوئیاں بھی کرتا تھا کہ "عالم دوبارہ نیست" اور دو آدمیوں کو بغل میں داب کر دوڑ بھی لگایا کرتا تھا۔ ظاہر ہے اتنی مصروفیتوں میں امور سلطنت کے لئے کتنا وقت نکل سکتا ہے۔ شراب بھی پیتا تھا۔

یاد رہے کہ اس زمانے کے لوگوں کو مذہبی احکام کا ایسا پاس نہ تھا جیسا ہمیں ہے کہ محرم کے عشرہ کے دوران میں شراب

کی دکانیں بند رہتی ہیں۔ کسی کو پینی ہو تو گھر میں بیٹھ کر پیئے۔ کابل کو بہت پسند کرتا تھا۔ وہیں دفن ہوا۔

اس زمانے میں کابل شہر اتنا گندہ نہیں ہوتا ہوگا جتنا آجکل ہے۔

سوالات

۱۔ بابر نے خاندان مغلیہ کی بنیاد کیوں رکھی تھی۔ خاندان تغلق یا خاندان سوریا کی کیوں نہیں؟

۲۔ اگر پانی پت کی پہلی لڑائی میں بابر کے علاوہ ابراہیم لودھی بھی شریک نہ ہوتا تو اس کا کیا نتیجہ ہوتا؟

ہمایوں

ہمایوں بادشاہ نظام سقّہ کا ہم عصر تھا جو ممتاز منشی کے ایک مشہور ڈرامے کا ہیرو تھا اور چام کے دام چلایا کرتا تھا۔ بنگالے کا صوبہ اس کے تخت نشین ہوتے ہی خود مختار ہو گیا۔ جھگڑا پیش کرنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی

بہار اور گجرات کے حاکم اور راجپوت راجے بھی سرکشی پر آمادہ ہو گئے۔ جب بہار اور گجرات کے نعرے لگنے لگے۔ بادشاہ کرنسی اور امور خارجہ اور ڈیفنس اپنے پاس رکھ کر مصالحت پر آمادہ تھا۔ لیکن ان میں سے کوئی راضی نہ ہوا۔

ایک شخص شیر شاہ نامی سکنہ بہار تو فوج لے کر بھی چڑھ دوڑا۔

ہمایوں نرم دل آدمی تھا۔ اس کی فوج بھی نرم دل تھی۔ جب جہاں شیر شاہ سامنے آتا تھا پیچھے ہٹ جاتی تھی۔ بعض مورخوں نے اسے شکست سے تعبیر کیا ہے۔

ہمایوں سیر و تفریح کا دلدادہ تھا۔ دلی سے چلا تو راجپوتانہ

دیکھنا ہمایوں بادشاہ کا چھت پر چڑھ کر ستارے

کی سیر کی۔ سندھ کی سیر کی۔ ایران کی بھی سیر کی۔ ایران میں یہ پورے پندرہ برس
سال بیٹھا رہا۔ تاکہ فارسی اچھی طرح سیکھ سکے۔ اور بامحاورہ بول سکے
بعد میں، انتظام مملکت شیر شاہ کو سنبھالنا پڑا۔

اسے حکومت کا چنداں تجربہ نہ تھا۔ بادشاہی ایک خاندانی
کام ہے۔ شیر شاہ نے سوائے سڑکیں اور سرائے بنوائے۔ کنویں کھدوائے
چور پکڑے اور ٹوڈرمل سے زمین کی جمع بندیاں کروانے کے کچھ نہ کیا۔

ہمایوں کا بیٹا اکبر سندھ کے سفر کے دوران امرکوٹ میں پیدا ہوا
تھا۔ اصطلاح میں اسے "نیا سندھی" بھی کہہ سکتے ہیں)۔

ہمایوں کو علم ہئیت کا بہت شوق تھا جو سائنس کی ایک قسم ہے
ایک روز چھت پر کھڑا ستارے دیکھ رہا تھا۔ اترتے میں پاؤں پھسلا
اور مر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؁

سائنس بعض اوقات خطرناک اور مہلک بھی ثابت ہوتی ہے۔
اسی لئے تو ہمارے بزرگ اس سے چنداں رغبت نہ رکھتے تھے۔ صرف
ونحو، عروض و منطق اور علوم مجلسی پر تعلیم ختم کر دیتے تھے۔ زمین کا گول
ہونا تک اس زمانے کی کتابوں سے ثابت نہیں۔ اور سورج کے گرد
چکر لگانا تو خیر اس نے بہت بعد میں شروع کیا ہے۔

سائنس اور ایجادات کے خلاف ہمارے پاس دوسری
دلیل یہ ہے کہ اگر ہمایوں کے زمانے میں پانی پائپوں اور نلوں
کے ذریعہ آیا کرتا تو نہ مشکیں ہوتیں نہ سقے۔ لہذا نہ اکبر ہوتا نہ جہانگیر

نہ بادشاہی مسجد نہ تاج محل، نہ نور جہاں نہ اس کے کبوتر۔ کیونکہ ہمایوں بغیر اکبر کو پیدا کئے جمنا میں ڈوب گیا ہوتا۔ اللہ اللہ خیر سلّا ۔۔

سوالات

۱۔ ہمایوں چھت پر کھڑا کونسے ستارے دیکھ رہا تھا۔۔؟
عام ستارے یا فلمی ستارے؟ تم کون سے ستارے دیکھ کر پھسلا کرو گے؟

۲۔ کیا آج کل بھی دو گھڑی کی بادشاہت میں رشتہ داروں کو فائدہ پہنچانے اور چام کے دام چلانے کا رواج ہے ؟

۳۔ کیا ٹوٹنی دار مٹکے پر سوار ہو کر دریا پار کر سکتے ہیں؟

۴۔ سائنس اور ایجادات کے خلاف اور مثالیں تلاش کرو!

اکبر

آپ نے حضرت ملا دو پیازہ اور بیربل کے ملفوظات میں اس بادشاہ کا حال پڑھا ہو گا۔ راجپوت مصوروں کے شاہکاروں میں اس کی تصویر بھی دیکھی ہو گی۔ ان تحریروں اور تصویروں سے یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ بادشاہ سارا وقت داڑھی گھٹوانے۔ مونچھیں ترشوانے اکڑوں بیٹھا پھول سونگھتا رہتا تھا یا لطیفے سنتا رہتا تھا۔

یہ بات نہیں۔ اور کام بھی کرتا تھا۔

اکبر قسمت کا دھنی تھا۔ چھوٹا سا تھا کہ باپ یعنی ہمایوں بادشاہ ستارے دیکھنے کے شوق میں کوٹھے سے گر کر جاں بحق ہو گیا۔ اور تاج و تخت اسے مل گیا۔ ایڈورڈ ہفتم کی طرح چونسٹھ برس ولی عہدی میں نہیں گزارنے پڑے۔ ویسے اس زمانے میں اتنی لمبی ولی عہدی کا رواج بھی نہ تھا۔

ولی عہد لوگ جونہی باپ کی عمر کو معقول حد سے تجاوز کرتا دیکھتے تھے اسے قتل کر کے یا زیادہ رحم دل ہوتے تو قید کر کے تخت حکومت پر جلوہ افروز ہو جایا کرتے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ دن

رعایا کی خدمت کا حق ادا کر سکیں.

اب ہم اکبری عہد کے کچھ اہم واقعات کا ذکر کرتے ہیں :-

پانی پت کی دوسری لڑائی

پانی پت میں اس وقت تک صرف ایک لڑائی ہوئی تھی پانی پت والوں کا اصرار تھا کہ اب ایک اور ہونی چاہیئے چنانچہ اکبر نے پہلی فرصت میں بیرم خان کے ساتھ ادھر کا رخ کیا.

اُدھر سے ہیموں بقال لشکر جرار لے کر آیا. اس کے ساتھ توپیں بھی تھیں اور ہاتھی بھی تھے. ایک سے ایک سفید. گھمسان کا رن پڑا. ہیموں کی جمعیت زیادہ تھی. لیکن اکبری لشکر نے تابڑ توڑ حملے کر کے کھلبلی ڈال دی.

بعض ہمدردوں نے اس کے جدی وطن سے پیغام بھجوایا کہ تم اور ہیموں دونوں یہاں تاشقند آؤ، صلح کرا دیتے ہیں لیکن اکبر نہ مانا۔

ہیموں ایک ہاتھی کے ہودے میں بیٹھا روپے آنے پائی کا حساب لکھ رہا تھا کہ اس لڑائی کا مال غنیمت فروخت کر کے کس کاروبار میں پیسہ لگائے، کہ ناگہاں ایک تیر قضا کا پیغام لیکر اس کی آنکھ میں آن لگا۔ اور وہ بے سدھ ہو کر گر گیا۔ ہیموں نقال

کہ ہم تاریخ کا پہلا موسٹے دایان کہہ سکتے ہیں۔

بیرم خاں کو حج کرانا

بیرم خاں اکبر کا اتالیق تھا۔ اسی نے اس کی پرورش کی تھی اور تخت دلایا تھا۔ اکبر نے تخت پر بیٹھنے کے بعد جب سارے اختیارات قبضے میں کر لئے تو سوچا کہ پہلے اس محسن کے احسانات کا بدلہ چکانا چاہیئے۔ چنانچہ بیرم خاں کو بلایا اور کہا۔

"خان بابا! اب آپ جائیے، حج کر آیئے۔"

کسی کو حج پر بھیجنا خواہ وہ جانا چاہے یا نہ چاہے۔ بڑی نیکی کا کام ہے۔ اکبر نے اور بھی کئی لوگوں کو ان کی نہ نہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حج و زیارت پر بھیجا لیکن خود ناگزیر وجوہات اور چند ضروریات کی وجہ سے کبھی نہ جا سکا۔

بیرم خاں حج کو جاتے ہوئے راستے میں قتل ہو گیا۔ لیکن یہ اس کا ذاتی معاملہ تھا۔ تاریخوں میں لکھا ہے کہ اکبر کو اس کے مرنے کی خبر ہوئی تو بہت رنج ہوا۔ ضرور ہوا ہوگا۔

دینِ الٰہی

دینیات کی طرف اکبر کے شغف کو دیکھتے ہوئے وزیر باتدبیر ابوالفضل نے اس کے ذاتی استعمال کے لئے ایک دینِ الٰہی ایجاد کر دیا تھا۔ اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس کے پیٹ خلیفہ کی ذمہ داریاں خود سنبھال لی تھیں چڑھتے سورج کی پوجا کرنا اس مذہب کا بنیادی اصول تھا۔ مُرید اکبر کے گرد جمع ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ اے ظلِ الٰہی تو ایسا دانہ و فرزانہ ہے کہ تجھ کو تاحیات سربراہ مملکت یعنی بادشاہ وغیرہ رہنا چاہئے۔ اور تو ایسا بہادر ہے کہ تجھ کو ہلالِ جرأت ملنا چاہئے۔ بلکہ خود لے لینا چاہئے۔ اس کے نام کا وظیفہ پڑھتے تھے اور اس کی تعریف میں وقت بے وقت بیانات جاری کرتے رہتے تھے۔ پرستش کی ایسی رسمیں آج کل بھی رائج ہیں۔ لیکن ان کو دینِ الٰہی نہیں کہتے۔

اکبر کی حکمتِ عملی

اکبر میں تعصب بالکل نہ تھا۔ خصوصاً شادیوں کے معاملہ میں کچھ ریاستیں فوجوں سے فتح کیں، باقی کے راجاؤں کی بیٹیوں کو

اپنے حرم میں اور ان کے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ آجکل کے سیٹھ اور مل مالک جو ایسا کرتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔

ادب کی سرپرستی وغیرہ

انارکلی ایک کنیز تھی جس کی وجہ سے شہزادہ سلیم کا اخلاق خراب ہونے کا اندیشہ تھا۔ اکبر نے اسے دیوار میں زندہ چنوا دیا۔ ایک مصلحت اس میں یہ تھی کہ سید امتیاز علی تاج اپنا معرکہ آرا ڈرامہ لکھ سکیں، اور اردو ادب کے ذخیرہ میں ایک قیمتی اضافہ ہو سکے!

درباری شاعر نظیری نیشاپوری نے ایک بار کہا کہ میں نے لاکھ روپے کا ڈھیر کبھی نہیں دیکھا۔

بادشاہ نے ایک لاکھ روپے خزانے سے نکلوا کر ڈھیر لگا دیا۔ جب نظیری اچھی طرح سے دیکھ چکا تو روپے واپس خزانے میں بھجوا دیئے۔ نظیری دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا۔

اصل میں نظیری یہ حرکت خانخاناں کے ساتھ پہلے کر چکا تھا خانخاناں نے شاعر کی نیت کو بھانپ کر کہہ دیا تھا کہ اچھا اب یہ ڈھیر تم اپنے گھر لے جاؤ۔

لیکن اکبر ایسا کچا آدمی نہ تھا۔

23,228

فتوحات

اکبر کا دور فتوحات کے لئے مشہور ہے۔ اس کی قلمرو بنگالے سے دکن اور گجرات تک پھیلی ہوئی تھی۔ کالنجر میواڑ اور نتھنبور کے راجاؤں کو اسی نے زیر کیا تھا

حکومت کے آخری دنوں میں قندھار بھی فتح کیا جسے قدیم زمانے میں گندھارا کہتے تھے۔ جب لوگوں نے اعتراض کیا کہ کیوں فتح کیا تو بادشاہ کو بیان دینا پڑا کہ میں نے نہیں کیا، ہاں شہزادہ سلیم نے شاید کیا ہو، سو وہ میرے کہنے میں نہیں۔

سوالات

۱۔ پانی پت کی دوسری لڑائی بھی پانی پت ہی میں کیوں ہوئی۔؟ کہیں اور کیوں نہیں ہوئی۔؟

۲۔ اردو ڈرامہ وغیرہ کے فروغ میں حصہ لینے کا کیا طریقہ ہے۔؟

۳۔ قرآن پڑھ ہو رہ کہ اکبر بننا پسند کروگے یا پڑھ لکھ کر اس کا نورتن ؟

BSE 84

اکبر کے نورتن

اکبر ان پڑھ تھا۔ بعض لوگوں کو گمان ہے کہ ان پڑھ ہونے کی وجہ سے ہی اتنی عمدہ حکومت کر گیا۔ اس کے دربار میں پڑھے لکھے نوکر تھے، نورتن کہلاتے تھے۔ یہ روایت اس زمانے سے آج تک چلی آتی ہے، کہ ان پڑھ لوگ پڑھے لکھوں کو نوکر رکھتے ہیں۔ اور پڑھے لکھے اس پر فخر کرتے ہیں۔ ان نورتنوں کا حال ہم نیچے لکھتے ہیں۔

راجہ ٹوڈرمل

موتمن الدولہ عمدۃ الملک راجہ ٹوڈرمل اپنے زمانے کا بڑا لائق آدمی گنا جاتا ہے اکبر کا دیوان ہونے سے پہلے یہ راجاؤں راجگان بہار راجہ سام گڑھ کی سرکار میں رہ چکا تھا۔ اور اپنی وفاداری میں اب بھی ایسا راسخ تھا کہ جب تک علی الصبح اشنان کرکے مہاراجہ موصوف کی مورتی کو ڈنڈوت نہ کر لیتا۔ کھانے کو ہاتھ نہ لگاتا۔ اس کی کوشش تھی کہ اکبر اس کے ولی نعمت سے دوستی رکھے کسی اور سے نہ رکھے۔ لیکن بعض لوگ راجہ سام گڑھ کو اچھا نہ سمجھتے

تھے۔ مثلاً ذوالفقار الدولہ خانخاناں

راجہ ٹوڈرمل نے بادشاہ کے مزاج میں دخیل ہو کر خانخاناں کو معزول کرا دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ بددل ہو کر خود ہی چھوڑ گیا، چند امراء کو تو راجہ ٹوڈرمل نے ملک بدر بھی کرا دیا۔

راجہ ٹوڈرمل حساب کتاب اور جوڑ توڑ کا بڑا ماہر تھا، اس کے عہد میں ملک نے اقتصادی طور پر بڑی ترقی کی۔

بادشاہ کے عزیز اس کے سایۂ عاطفت میں دیکھتے دیکھتے مالا مال ہو گئے۔ جو چیز قبل ازاں ایک روپیہ میں ملتی تھی راجہ ٹوڈرمل کی خوش تدبیری کے باعث، بازار میں چار روپیہ میں ہر جگہ آسانی سے دستیاب ہونے لگی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کا معیار زندگی بڑھتا چلا گیا۔ سنبھالنا مشکل ہو گیا۔

اکبر نے ٹوڈرمل کو منصب پنج ہزاری دے رکھا تھا، لیکن وہ موقع مناسب دیکھ کر دوبارہ سام گڑھ چلا گیا۔

راجائے راجگان نے اس کی خدمت کے اعتراف میں اسے ہشت ہزاری سے سرفراز کیا۔

٭٭٭

خانخاناں

خانخاناں کہ خطاب ذوالفقار الدولہ کا رکھا تھا۔ اکبر کا سب سے کم عمر وزیر تھا۔ ذہین اور خوش تقریر اکبر اسے بہت عزیز رکھنے لگا اور باہر کی دلاتیوں سے ہر طرح کی معاملت اُس کے سپرد کر رکھی تھی۔

ٹوڈرمل کو یہ بات پسند نہ آئی کیونکہ خانخاناں کا میلان مہاراجہ سام گڑھ کی بجائے نغفور چین کی طرف زیادہ تھا آخر نورتنوں کے حلقہ سے نکلوا کر دم لیا۔

کہتے ہیں کہ پانی پت کی دوسری لڑائی کے سلسلہ میں بھی بادشاہ کے اختلافات ہو گئے تھے، اکبر ہیموں بقال سے صلح پر آمادہ تھا۔ خانخاناں اس کا مخالف تھا۔ خانخاناں کو یہ بھی پسند نہ تھا کہ امرا اور بڑی بڑی جاگیروں پر قابض ہوں یا علما جائیدادیں بنائیں اس لئے دربار کے علما بھی اس سے ناراض ہو گئے تھے اور اس کے عقائد میں نقص نکالنے لگے تھے۔

خانخاناں نے بددل ہو کر پرچم بغاوت بلند کیا تو لاکھوں لوگ اس سے آملے۔ لیکن ان میں رؤسا اور خاندانی امیر بہت کم تھے۔ زیادہ تر عام طبقے کے آدمی تھے، خانخاناں اپنا دربار بھیل کے ایک

درخت کے نیچے لگاتا تھا۔ اس لئے اس کے حامی بھی پیپل والے مشہور ہوئے!

ابوالفضل

اکبر کا یہ مشیر باتدبیر صحیح معنوں میں رتن تھا۔ بحرِ علم کا گوہر یکتا، رموزِ سلطنت کے علاوہ ادب و انشا میں بھی دستگاہ کامل رکھتا تھا۔

کہتے ہیں کہ بادشاہ کو دین الٰہی کے راستہ پر یہی لایا۔ پرچہ نویسوں کو یہ ہدایت تھی کہ کوئی بات بادشاہ کے خلاف نہ لکھیں، ہاں تعریف کرنے پر کوئی پابندی نہیں۔ دسویں سن جلوس کے دھوم دھامی جشن مہتابی کا سہرا بھی مورخین اسی کے سر باندھتے ہیں۔

اسی نے بادشاہ سے اس کی تزک لکھوائی جس کی دھوم فرنگستان سے جاپان تک ہوئی۔ ملا عبدالقادر بدایونی کا کہنا ہے کہ ابوالفضل نے خود لکھ کر دی۔ بادشاہ کو کہاں لکھنا آتا تھا۔ واللہ اعلم!

فیضی، بیربل اور مخدوم الملک وغیرہ

نورتنوں میں اور بھی کئی باکمال تھے۔ مثلاً فیضی، کہ دربار میں ملک الشعراء تھا۔ اگر کوئی بادشاہ سے ذرا سی بھی سرتابی کرتا تھا تو یہ اس کو بے نقط سناتا تھا۔ بہت سے لوگ اس کے بے نقط کلام کی وجہ سے بادشاہ کے اور خلاف ہو گئے!

بیان الدولہ لطائف الملک راجہ بیربل کا ذکر بھی ضروری ہے۔ یہ بھاٹوں کے چودھری تھے۔ ایک بیان دے دیتے تھے تو لوگ بہت دن اس پر ہنستے رہتے تھے۔

اکبر کے ایک نورتن مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری تھے مخدوم الملک اچھے اچھے خواب دیکھ کر بادشاہ کو بشارتیں دیا کرتے تھے مشائخ کا ایک حلقہ بھی بنا رکھا تھا جو چلے کاٹ کاٹ کر بادشاہ کی درازیٔ حکومت کے لئے دعائیں کرتے تھے۔

افسوس موسم کی خرابی کی وجہ سے اکثر دعائیں اوپر بابِ قبول تک نہ پہنچ پاتی تھیں راستہ ہی سے لوٹ آتی تھیں۔ اسے اکبر کا کمال جاننا چاہیئے کہ ایسے نورتنوں اور باکمالوں کے باوصف پچاس برس حکومت کر گیا۔ آجکل تو لوگ دس برس مشکل سے نکالتے ہیں۔

سوالات

۱۔ سام گڑھ کہاں واقع ہے؟ اس کے راجہ کا نام، پتہ ولدیت، سکونت وغیرہ لکھو۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

۲۔ وفاداری بشرطیکہ استواری کے موضوع پر جواب مضمون لکھو اور ٹوڈرمل کی زندگی کی مثالیں دو۔

خو — زنجیر کھینچتا ہے — تمہارے باپ کا زنجیر ہے !

جہانگیر اور بے بی نور جہاں

اکبر کے بعد جہانگیر تخت پر بیٹھا۔ وہ اکبر کا بیٹا تھا۔ اگر اس کا باپ ہوتا تو یقیناً اس سے پہلے تخت پر بیٹھتا۔

جن لوگوں نے سہراب مودی کی فلم پکار دیکھی ہے ان کے لئے جہانگیر کی ذات اور کارنامے محتاج تعارف نہ ہوں گے۔ اس کی بیوی نور جہاں تھی جو ملکہ ترنم تو نہ تھی۔ لیکن بعض اور کمالات رکھتی تھی۔ ابھی نو عمر ہی تھی کہ لوگوں کے کبوتر پکڑ کر اڑا دیا کرتی تھی۔ خصوصاً ولی عہدوں وغیرہ کے بعد میں ایسی زور دار ملکہ ثابت ہوئی کہ بڑے بڑوں کے ہاتھوں کے طوطے اسے دیکھتے ہی اڑ جایا کرتے تھے۔ جہانگیر کو بڑا ہی زیرک اور سمجھدار جاننا چاہیئے کہ اس نے محض کبوتروں کے اڑانے سے نور جہاں کی لیاقت کا اندازہ کر کے اس سے شادی کر لی تھی۔ اس کے سلیقہ شعار، پابند صوم و صلوٰۃ یا کشیدہ کاری کا ماہر ہونے کی شرط نہ رکھی تھی۔

جہانگیر کی بیوی کے علاوہ اس کا عدل بھی مشہور ہے۔ اس نے محل کے باہر ایک زنجیر اور زنجیر سے ایک گھنٹہ لٹکا رکھا تھا۔ پاس ہی دربان بٹھا دیئے تھے کہ کوئی فریادی نہ دیک آنے کی کوشش

کریں تو اس کے ڈھنڈار رسید کریں۔ پھر بھی کوئی نہ کوئی شخص گھنٹہ بجانے میں کامیاب ہو جاتا تھا اور بادشاہ کو بے وقت جگاتا تھا، اس کی سزا بھی پاتا ہوگا۔

جہانگیر کا عدل اس کے زمانے کے حساب سے تھا، نظام عدل میں ایسی ترقیاں بعد کو انگریز کے زمانے میں ہوئیں کہ مقدمہ چلتا ہے تو برسوں چلتا ہے۔ فیصلہ ہونے تک فریقین اگر زندہ ہوں، تو یہ بھی بھول چکے ہوتے ہیں کہ جھگڑا کس بات کا تھا۔ زنجیر اور گھنٹے والا نظام آج رائج کیا جائے تو یہ خطرہ ہے کہ لوگ یہ چیزیں ہی چرا لے جائیں گے۔ بیچ کھائیں گے۔

جہانگیر نے فتوحات زیادہ نہیں کیں، بس بیٹھا تزک لکھتا رہتا تھا۔ انصاف کرتا رہتا تھا۔ شراب پیتا رہتا تھا اور نورجہاں سے محبت کرتا رہتا تھا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

مورخین کی یہ عادت ہے کہ غلط باتیں لکھتے رہتے ہیں۔ ایک بات یہ لکھ دی کہ جہانگیر نے شیر افگن کو جو نورجہاں کا پہلا شوہر تھا، مروا دیا تھا۔ تاکہ اس سے شادی کر سکے، یہ غلط ہے جہانگیر تو اس سے بہت

مرنے سے روکا۔ لیکن وہ مر ہی گیا۔

اکبر کے باب میں بھی ہم محققین کی ایک غلط بیانی کی تردید کرنا بھول گئے تھے۔ اکبر نامہ میں لکھا ہے کہ اکبر نے چتوڑ فتح کیا تو تیس ہزار آدمی تیغ کے گھاٹ اتار دیئے۔ یہ صحیح نہیں۔ اکبر ہرگز ایسا سفاک نہ تھا۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے مقتولین کی تعداد آٹھ ہزار اور فرشتہ نے دس ہزار لکھی ہے، اسی کو صحیح جاننا چاہیئے۔

سوالات

۱۔ کیا کوئی بھی لڑکی کبوتر اڑا دیتی تو جہانگیر اس سے شادی کر لیتا؟

۲۔ جہانگیر اکبر کے بعد کیوں تخت پر بیٹھا؟ بلکہ تخت پر بیٹھا ہی کیوں ۔۔ ؟

شاہجہاں اور تاج محل

شاہ جہاں، جہانگیر کا بیٹا اور اکبر کا پوتا تھا۔ کسی معمار، عمارتی ٹھیکیدار کا نور نظر نہ تھا، نہ کسی پی ڈبلیو ڈی والے کا مورث اعلےٰ تھا، جیسا کہ لوگ اسے اتنی ساری عمارتیں بنانے کی وجہ سے سمجھ لیتے ہیں،

تاج محل اس کی بنائی ہوئی عمارتوں میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اس کی تعمیر میں بارہ سال لگے اور کروڑں روپے صرف ہوئے۔ حضرت قائد اعظم کے مزار کی تعمیر میں بھی اتنے ہی پیسے اور اتنے ہی برس لگے۔ اگر کوئی فرق ان دونوں مقبروں کی خوبصورتی اور تعمیر میں ہے تو اس کی وجہ ظاہر ہے۔ شاہجہاں کے زمانے تک فن تعمیر اور نقشہ سازی میں اتنی ترقیاں نہ ہوئی تھیں پتھر وغیرہ ڈھونے گھسنے اور چمکانے وغیرہ کے طریقے بھی پرانے اور دیر طلب تھے، مشینی گاڑیاں اور بجلی کی سریع الرفتار مشینیں بھی ایجاد نہ ہوئی تھیں، ایک بات یہ بھی ہے کہ قائد اعظم کروڑں آدمیوں کے محبوب تھے جبکہ ممتاز محل صرف ایک شخص کی محبوبہ تھی۔ بااین ہمہ اس زمانے کے اعتبار سے ہم تاج محل کو بہت اچھی عمارت کہہ سکتے ہیں۔

شاہ جہاں بہت دور کی نظر رکھتا تھا۔ تاج محل نہ ہوتا تو آج بھارت کی ٹورسٹ ٹریڈ کو اتنی ترقی نہ ہوتی۔ امتیاز رمبا ملہ حاصل نہ ہوتا۔ اس کے دیگر نتائج بھی دور رس ہیں۔ تاج محل نہ ہوتا تو تاج محل بیڑی بھی نہ ہوتی۔ تاج محل چپل بھی نہ ہوتی۔ تاج محل مکھن بھی نہ ہوتا جو صحت بخش اجزا کا مرکب ہے اور جسے تیاری کے دوران میں ہاتھوں سے نہیں چھوا جاتا حتیٰ کہ کپڑے دھونے کی خاطر تاج محل صابن بھی نہ ہوتا اور نہ ہی تاج محل چائے ہوتی۔

یہ بھی سوچنا چاہئے کہ تاج محل نہ ہوتا تو لوگ کلینڈروں پر تصویریں کس چیز کی چھاپتے؟

شاہ جہاں نے کئی مسجدیں بھی بنائیں۔ موتی مسجد اور دلی کی جامع مسجد وغیرہ۔ لال قلعہ بھی بنایا۔ بہادر شاہ ظفر اسی میں مشاعرہ وغیرہ کرایا کرتے تھے۔ تخت طاؤس بھی شاہ جہاں ہی نے بنوایا تھا اور اس میں اپنی طرف سے بہت ہیرے جواہر وغیرہ جڑے تھے۔ لیکن اس کے جانشینوں کو پسند نہیں آیا۔

محمد شاہ نے اسے اٹھا کر نادر شاہ کی نذر کر دیا۔ وہ ایران لے گیا اور اس کا کھو پرا کھا لیا۔

شاہ جہاں کا زمانہ امن کا زمانہ تھا۔ پھر بھی اس نے چند فتوحات کر ہی ڈالیں۔ تاریخوں والے لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں چوری چکاری بھی نہ ہوتی تھی، رشوت خوری بھی نہ تھی، خدا جانے اس

زمانے کے اہل کار کیا کھاتے ہوں گے۔

جہانگیر کا مقبرہ بھی شاہ جہاں نے بنوایا تھا۔ یہ قیاس کرنا غلط ہے کہ شیر افگن نے بنوایا ہوگا۔

سوالات

۱۔ شاہ جہاں نے اگر لال قلعہ نہ بنوایا ہوتا تو بہادر شاہ ظفر مشاعرہ وغیرہ کہاں کرایا کرتے۔

۲۔ کیا آپ نے قریب سے تاج محل دیکھا ہے؟ اگر دیکھا ہے تو کیوں دیکھا ہے؟ اور نہیں دیکھا تو کیوں نہیں دیکھا۔؟

عالمگیر بادشاہ

شاہ اورنگ زیب عالمگیر بہت لائق اور متدیّن بادشاہ تھا۔ دین اور دنیا دونوں پر نظر رکھتا تھا۔ اس نے کبھی کوئی نماز قضا نہ کی اور کسی بھائی کو زندہ نہ چھوڑا۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں، مؤخرالذکر بات پر، حالانکہ یہ ضروری تھا، اس کے سب بھائی نالائق تھے جیسے کہ ہر بادشاہ کے بھائی ہوتے ہیں۔ نالائق نہ ہوں تو خود پہل کرکے بادشاہ کو قتل نہ کر دیں؟

بعض ہندو مورخین نے عالمگیر کے متعلق بہت غلط بیانیاں کی ہیں۔ مثلاً یہی کہ وہ متعصب تھا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اگر متعصب ہوتا تو جو سلوک اپنے بھائیوں سے کیا۔ وہ ہندو راجاؤں وغیرہ سے کرتا، تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ اس نے کئی مندروں کو جاگیریں دیں۔ ہوئی تھیں۔ متعصب ہوتا تو یہی جاگیریں مسجدوں کو دیتا، یہ بات بھی اس کی بے تعصبی کے ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہے کہ اس نے ہزاروں میل دور دکن جا کر ابوالحسن تانا شاہ کی سرکوبی کی۔ حالانکہ وہ دلی کی سلطنت کا خواہاں نہ تھا۔ اس کے مقابلہ میں شیواجی کو دربار

میں بلا کر پنج ہزاری کا منصب دیا۔ بے شک وہ بھاگ گیا اور وہ باغی ہو گیا، لیکن یہ اس کا فعل ہے۔

عالمگیر کی نیک نفسی کے ثبوت میں صرف اتنا لکھنا کافی ہے کہ مغلوں میں یہ واحد بادشاہ ہے کہ رحمتہ اللہ علیہ کہلاتا ہے۔ جتنی کتابیں اس کی صفائی میں لکھی گئی ہیں، کسی اور بادشاہ کی صفائی میں نہیں لکھی گئیں۔

شراب نہ پیتا تھا نہ پینے دیتا تھا، گانا نہ سنتا تھا نہ سننے دیتا تھا۔ تاریخوں میں یہ آیا ہے کہ لوگوں نے ایک جنازہ تیار کیا اور لے چلے۔

بادشاہ نے پوچھا "یہ کس کا جنازہ ہے؟"

لوگوں نے کہا: "موسیقی کا!"

عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ نے کہا: "اس کو اتنا گہرا دفن کرنا کہ پھر نہ نکل سکے۔!"

کبھی کبھار پکا گانا سنتے ہوئے یا فلمی موسیقی پر سر دھنتے ہوئے ہم سوچتے ہیں کہ کاش لوگوں نے اس دانشمند بادشاہ کی اس بات پر عمل کیا۔ یعنی ذرا زیادہ گہرا دفن کیا ہوتا۔

※

موسیقی کا جنازہ

سراج الدین ظفر بہادر شاہ

سلطنت مغلیہ کے آخری بادشاہ تھے۔ ان کے پہنچتے پہنچتے سلطنت تو باقی نہ رہی صرف مغلیہ رہ گئی۔ یہ ظفر الملت والدین، ظل الٰہی بادشاہ غازی بہادر شاہ اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ کہلاتے تھے۔ اس زمانے کا رواج تھا کہ جوں جوں علاقہ اور اختیارات گھٹتے جاتے تھے۔ آداب والقاب بڑھتے جاتے تھے۔ ان کے والد شاہ عالم کی سلطنت کافی وسیع تھی۔ دلی سے پالم تک پھیلی ہوئی تھی، انگریزوں نے لے لی۔

یہ بادشاہ سلامت ہمارے دوست سراج الدین ظفر کے جو غزال و غزل پر آدم جی انعام پا چکے ہیں فقط ہمنام ہی نہ تھے ان کی طرح شاعر بھی تھے۔ مولوی محمد حسین آزاد نے جو ذوق کے شاگرد تھے لکھا ہے کہ بادشاہ مصروفیات کی وجہ سے خود نہیں لکھ پاتے تھے۔ استاد ذوق غزل کا مسودہ بناتے تھے، یہ اس میں اپنا تخلص ڈال کر اپنے نام سے پڑھ دیتے تھے۔ اگر یہ سچ ہے تو استاد ذوق بہت

بتار پیشہ آدمی تھے اچھے اچھے شعر جن کر بادشاہ کو دیتے تھے۔ بڑے بڑے پنے دیوان میں شامل کرنے کے لئے رکھ لیتے تھے۔

غالب بھی انہی بادشاہ کے دربار سے وابستہ تھے وظیفہ پاتے تھے ور دعا دیتے تھے۔ مصاحبی کرتے تھے اور اتراتے تھے اور نہ شہر میں ان کی کچھ آبرو نہ تھی۔ ننگے پھرا کرتے تھے۔ اور ادھار کھاتے تھے۔ دوکانداروں نے انہیں کے زمانے میں تختیاں لگانی شروع کیں۔

"ادھار بند ہے۔"

"ادھار مانگ کر شرمندہ نہ کریں۔"

"قرض محبت کی قینچی ہے" وغیرہ۔

غالب نے ایک بار بادشاہ کو دعا دی تھی ؎

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

انہوں نے یہ حساب نہ لگایا کہ یہ تو ایک لاکھ تیس ہزار دو سو اٹھانوے سال بن جاتے ہیں۔ اچھا ہوا کہ ان کی دعا قبول نہ ہوئی شاہی تو لد گئی تھی۔ بادشاہ سلامت اتنے دن کیا کرتے۔؟ کہاں سے کھاتے۔

*

مہاراجہ رنجیت سنگھ

مہاراجہ رنجیت سنگھ پنجاب کے راجہ تھے اور ان کا نام رنجیت سنگھ تھا۔ اسی لئے ان کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کہتے ہیں۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا انصاف مشہور ہے ویسے تو ہندوستان کے سبھی راجاؤں کا انصاف مشہور ہے۔ لیکن یہ واقعی سب کو ایک آنکھ سے دیکھتے تھے۔ سزا دینے میں مجرم اور غیر مجرم کی تخصیص نہ برتتے تھے جو شخص کوئی جرم نہ کرتا وہ بھی پکڑا آتا تھا۔ فرماتے تھے۔ علاج سے پرہیز بہتر ہے۔ اس وقت اس شخص کو سزا نہ ملتی تو آگے چل کر ضرور کوئی جرم کرتا۔ بعد کے حکمرانوں نے انہی کی تقلید میں جرم نہ کرنے والے کو حفظ ماتقدم کے طور پر سزا دینے اور جیل بھیجنے کا اصول اختیار کیا۔

کبھی کبھی مجرم کو بھی سزا دیتے ہیں۔ اگر وہ ہاتھ آجائے اور اس کا وکیل اچھا نہ ہو تو

٭

ٹھگی کا انسداد کیسے ہوا۔؟

جس زمانے کا یہ ذکر ہے۔ اس زمانے میں ملک میں ٹھگی بہت ہو گئی تھی۔ ٹھگ لوگوں کو راہ چلتے لوٹ لیتے تھے۔ آخر والئی ملک نے محکمہ انسدادِ ٹھگی قائم کیا۔ اور یہ قانون بنایا کہ سب عمّال اور اہل کار لوٹ کے مال میں حصہ وصول کیا کریں۔

لوگوں کی ہچکچاہٹ دور کرنے اور حوصلہ بڑھانے کے لئے والی نے خود حصہ لینا شروع کر دیا۔ ٹھگوں نے جب یہ دیکھا کہ ہمارے پاس تو کچھ بچتا ہی نہیں بلکہ پلّے سے بھی دینے کی نوبت آگئی ہے تو ٹھگی سے توبہ کی اور رفتہ رفتہ اس کا بالکل انسداد ہو گیا۔

ایک سبق گرامر کا

لفظوں کے الٹ پھیر کے علم کو گرامر کہتے ہیں۔ لفظوں کا مجموعہ جملہ کہلاتا ہے۔ یہ مجموعہ زیادہ بڑا اور لمبا ہو جائے تو اسے "میر جملہ" کہتے ہیں اب چونکہ جملے بازی اور فقرے بازی لوگ اچھی نظر سے نہیں دیکھتے اس لئے گرامر کی طرف لوگوں کی توجہ کم ہو گئی ہے۔

شاعری کی گرامر کو عروض کہتے ہیں۔

پرانے لوگ عروض کے بغیر شاعری نہیں کیا کرتے تھے۔ آج کل کسی شاعر کے سامنے عروض کا نام لیجئے تو پوچھتا ہے، وہ کیا چیز ہوتی ہے؟" ہم نے ایک شاعر کے سامنے زحافات کا نام لیا، بولے خرافات؟ مجھے خرافات پسند نہیں۔ بس میری غزل سنئے اور چلتے بنئے!

عروض میں بحریں ہوتی ہیں جن میں بعض بہت گہری ہوتی ہیں (نو مشق اکثر ان میں ڈوب جاتے ہیں)۔ اس لئے احتیاط پسند لوگ شاعری اور عروض کے پاس نہیں جاتے۔ عمر بھر نثر لکھتے رہتے ہیں۔

لفظ اور صیغے

پرانے زمانے میں تذکیر و تانیث کے قاعدے مقرر تھے، قاعدہ یا

نہ ہو تو لباس اور بالوں وغیرہ سے پہچان ہو جاتی تھی، اب مخاطب سے پوچھنا پڑتا ہے کہ تو مذکر ہے یا مونث اور ہمارا تیری رضا کیا ہے؟ اس کے بعد اس سے صحیح صیغے میں گفتگو کرتے ہیں، یا ایران ہو تو اس کے ساتھ صیغہ کرتے ہیں۔

بہت سے واحد ایک جگہ اکٹھے ہوں تو جمع کے صیغے میں آجاتے ہیں۔ جمع کے صیغے میں تھوڑی احتیاط ضروری ہے، خصوصاً جب دو نوں میں اشہر میں دفعہ ۱۴۴ لگی ہوتی ہو۔ ان دنوں جمع نہیں ہونا چاہئے واحد رہنا ہی اچھا ہے۔

فعل ماضی

ماضی میں کسی شخص نے جو فعل کیا ہو اسے "فعل ماضی" کہتے ہیں کرنے والا اسے عموماً بھولنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن لوگ نہیں بھولتے۔

ماضی کی کئی قسمیں مشہور ہیں، سب سے مشہور "شاندار ماضی" ہے جس قوم کو اپنا مستقبل ٹھیک نظر نہ آئے وہ اس صیغے کو بہت استعمال کرتی ہے

ایک "ماضی شکیہ" ہے۔ جن لوگوں کا ماضی مشکوک ہو وہ ماضی شکیہ ماضی میں کہتے ہیں۔ عموماً یا تھوں ہاتھ لئے جاتے ہیں۔

"ماضی شرطیہ" یا "ماضی تمنائی" جن لوگوں نے ریس میں یا تاش کی بازی میں اپنا ماضی تباہ کیا ہو یا کسی اور طرح شرطیں ہار کر ماضی گزار اہوان کے

ماضی کو "شرطی" کہتے ہیں، چونکہ ان لوگوں کی تمنا ہوتی ہے کہ اور پیسے آئیں تو ان کو بھی رشیں ہیں لگائیں اس لئے شرطی" اور" تمنائی" دونوں ماضیاں ساتھ ساتھ آتی ہیں۔

ماضی کی دو اور قسمیں" ماضی قریب" اور" ماضی بعید" ہیں، ماضی کو حتی الوسیع قریب نہ آنے دینا چاہئے۔ جتنی بعید رہے گی اور جتنے اس پہ پردے پڑے رہیں گے اتنی ہی بھلی معلوم ہو گی، ماضی کا بعید رہنا مستقبل کے لئے بھی اچھا ہے۔

فعل مستقبل

جو لوگ آج کا کام کل پر ٹالتے ہوں ان کے ہر فعل کو فعل مستقبل" کہا جاتا ہے ایں یہ کروں گا ہیں وہ کروں گا۔ فعل مستقبل" کی ہی مثالیں ہیں۔ الیکشن وغیرہ کے دنوں میں ساری گفتگو عموماً فعل مستقبل کے صیغوں ہی میں کی جاتی ہے۔

فعل کی دیگر قسمیں

فعل کی بنیادی قسمیں دو ہیں" جائز فعل" "ناجائز فعل"، ہم صرف جائز قسم کے افعال سے بحث کریں گے، کیونکہ قسم دوئم پر پنڈت کوآ بنجہانی اور جناب جوش ملیح آبادی مبسوط کتابیں لکھ چکے ہیں۔

فعل کی دو قسمیں" فعل لازم" اور فعل متعدی" بھی ہیں۔ فعل لازم

وہ ہے جو کرنا لازم ہو، مثلاً افسر کی خوشامد، حکومت سے ڈرنا، بیوی سے جھوٹ بولنا۔ فعل متعدی عموماً متعدی امراض کی طرح پھیل جاتا ہے۔ ایک شخص کینہ پروری کرتا ہے، دوسرے بھی کرتے ہیں۔ ایک رشوت لیتا ہے، دوسرے بھی لیتے ہیں۔ بلکہ اور بڑھ کر لیتے ہیں۔ ایک بناسپتی گھی کا ڈبہ پچیس روپے میں کر دیتا ہے تو دوسرا گوشت کے ساڑھے بارہ روپے لگا لیتا ہے۔

لطف یہ ہے کہ دونوں اپنے فعل متعدی کو فعل لازم قرار دیتے ہیں ان افعال میں گھاٹے میں صرف مفعول رہتا ہے۔ یعنی عوام، فاعل کی شکایت کی جائے تو وہ فائیل میں دب جاتی ہے۔

فعل حال

یہ بھی دو طرح کا ہوتا ہے۔ "اچھا حال" اور "برا حال"

بیمار کا حال عموماً برا حال ہوتا ہے۔ لیکن ان کے دیکھنے سے جو منھ پر رونق آ جاتی ہے، تو وہ سمجھتا ہے کہ حال اچھا ہے۔

"ان" حرف اشارہ ہے۔ یہ اشارہ محبوب کی طرف ہے عزیز طالب علمو! تم اپنے محبوب کی طرف یا محبوب سے اشارہ کر سکتے ہو، لیکن اپنی ذمہ داری پر۔

٭٭٭

ریاضی کے قاعدے

ابتدائی حساب

حساب کے چار بڑے قاعدے ہیں:۔

۱۔ جمع
۲۔ تفریق
۳۔ ضرب
۴۔ تقسیم

۱۔ جمع

جمع کے قاعدے پر عمل کرنا آسان نہیں۔
خصوصاً مہنگائی کے دنوں میں۔
سب کچھ خرچ ہو جاتا ہے۔
کچھ جمع نہیں ہو پاتا۔
جمع کا قاعدہ مختلف لوگوں کے لئے مختلف ہے۔

عام لوگوں کے لئے ۱+۱ = ۱½

کیونکہ ½ انکم ٹیکس والے لے جاتے ہیں۔

تجارت کے قاعدے سے جمع کریں تو ۱+۱ کا مطلب ہے گیارہ

رشوت کے قاعدے سے حاصل جمع اور زیادہ ہوتا ہے۔

قاعدہ وہی اچھا ہے جس میں حاصلِ جمع زیادہ سے زیادہ آئے

بشرطیکہ پولیس مانع نہ ہو۔

ایک قاعدہ زبانی جمع خرچ کا ہوتا ہے۔ یہ ملک کے مسائل حل

کرنے کے کام آتا ہے۔ آزمودہ ہے۔

۱۳۔ تفریق

میں سندھی ہوں، تو سندھی نہیں ہے۔

میں بنگالی ہوں۔ تو بنگالی نہیں ہے۔

ہیں مسلمان ہوں، تو مسلمان نہیں ہے۔
اس کو تفریق پیدا کرنا کہتے ہیں۔
حساب کا یہ قاعدہ بھی قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے۔

تفریق کا ایک مطلب ہے منہا کرنا۔
یعنی نکالنا ایک عدد میں سے دوسرے عدد کو بعض عدد از
بعض عدد از خود نکل جاتے ہیں۔
بعضوں کو زبردستی نکالنا پڑتا ہے۔
ڈنڈے مار کر نکالنا پڑتا ہے۔
فتوے دیکر نکالنا پڑتا ہے۔

ایک بات یاد رکھئے
جو لوگ زیادہ جمع کر لیتے ہیں،
وہی زیادہ تفریق بھی کرتے ہیں،
انسانوں اور انسانوں میں۔
مسلمانوں اور مسلمانوں میں

عام لوگ تفریق کے قاعدے کو پسند نہیں کرتے۔ اور سمجھدار لوگ اس
سے نفرت کرتے ہیں۔

کیونکہ حاصلِ تفریق کچھ نہیں آتا۔
آدمی ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔

۳۔ ضرب

تیسرا قاعدہ ضرب کا ہے۔
ضرب کی قسمیں کئی ہیں۔
مثلاً ضربِ خفیف، ضربِ شدید، ضربِ کاری وغیرہ
ضرب کی ایک اور قسم بھی ہے۔
پتھر کی ضرب، لاٹھی کی ضرب، بندوق کی ضرب،
علامہ اقبال کی ضربِ کلیم ان کے علاوہ ہے۔

حاصل ضرب کا انحصار اس پر ہوتا ہے کہ ضرب کس چیز سے دی

گئی ہے یا لگائی ہے۔

آدمی کو آدمی سے ضرب دیں تو حاصلِ ضرب بھی آدمی ہوتا ہے
لیکن ضروری نہیں کہ وہ زندہ ہو۔

ضرب کے قاعدے سے کوئی سوال حل کرنے سے پہلے اپنے ملک
کی تعزیرات پڑھ لینی چاہئے۔

۴۔ تقسیم

یہ حساب کا بڑا ضروری قاعدہ ہے۔ سب سے زیادہ جھگڑے
اسی پر ہوتے ہیں۔

تقسیم کا مطلب ہے بانٹنا۔

اندھوں کا آپس میں ریوڑیاں بانٹنا۔

بندر کا بلیوں میں روٹی بانٹنا۔
چوروں کا آپس میں مال بانٹنا۔
اہلکاروں کا آپس میں رشوت بانٹنا۔

مل بانٹ کر کھانا اچھا ہوتا ہے۔
دال نمک، جوتوں میں بانٹ کر کھانی چاہئے،
ورنہ قبض کرتی ہے۔

تقسیم کا طریقہ کچھ مشکل نہیں ہے،
حقوق اپنے پاس رکھئے۔
فرائض دوسروں میں بانٹ دیجئے۔
روپیہ پیسہ اپنے کیسے میں ڈالئے
قناعت کی تسکین دوسروں کو دیجئے

آپ کو ممکن پہاڑہ صحیح گر یاد نہ ہو۔
تو کسی کو تقسیم کے قانون کا ن خبر نہیں ہو سکتی۔ آخر کو بارہ کروڑ
دولت کو بائیس خاندانوں نے آپس میں تقسیم کیا ہے؟

کسی کو پتہ چلا ہے؟

سوالات

۱۔ تفریق کے قاعدے سے دودھ میں سے مکھی نکالو۔

۲۔ آدمی ضربِ مسلسل کی تاب کہاں تک لا سکتا ہے؟ عملی طور پر بتاؤ۔

۳۔ جو اندھے نہیں وہ بھی ریوڑیاں اپنوں ہی میں کیوں بانٹتے ہیں۔

نوٹ :۔

گھبرائیے نہیں، اگر آپ سوالات حل نہ کر سکے تب بھی نمبر پورے ہی ملیں گے۔

ابتدائی الجبراء

یہ بھی ایک قسم کا حساب ہے۔ چونکہ طالب علم اس سے گھبراتے ہیں، اور یہ جبراً پڑھایا جاتا ہے۔ اسی لئے الجبراء کہلاتا ہے۔

حساب اعداد کا کھیل ہے، الجبراء حرفوں کا۔ ان میں سب سے مشہور حرف "لا" ہے۔ جسے لا لکھتے ہیں، اس کے کچھ معنی نہیں، بلکہ یہ ایسا ہے کہ کسی اور لفظ کے ساتھ لگ جانے تو اس کے معنی بھی سلب کر لیتا ہے، جس طرح لامکان، لادوا، لاولد، وغیرہ بعض مستثنیات بھی ہیں، مثلاً لاہور، لاڑکانہ، لالٹین، اور لالوکھیت وغیرہ اگر ان لفظوں کے ساتھ "لا" نہ ہو تو، ہور، ڑکانہ، لٹین اور لوکھیت کے کچھ معنی نہ نکلیں

آزمائے کو آزمانا جہل کہتے ہیں۔ لیکن الجبراء میں آزمائے کو ہی آزماتے ہیں۔ اچھے خاصے پڑھے لکھوں کو نئے سرے سے الف، بے، جیم سکھاتے ہیں۔ بلکہ ان کے مربعے بھی نکلواتے ہیں۔

الجبراء کا ہماری طالب علمی کے زمانے میں کوئی خاص مصرف

نہ تھا۔ اس سے صرف طلبہ کو فیل کرنے کا کام لیا جاتا تھا، لیکن آجکل یہ عملی زندگی میں خاصا استعمال ہوتا ہے۔ دوکاندار اور گداگر اس قاعدے کو زیادہ استعمال کرتے ہیں۔

پیسہ لا۔۔۔ لا۔۔۔ اور۔۔۔۔۔۔ لا۔۔۔

لا

لا

لا

بعض رشتوں میں الجبرا یعنی جبر کا شائبہ ہوتا ہے جیسے

"مدر ان لاء" فادر ان لا وغیرہ

مارشل لا کو بھی الجبرے ہی کا ایک قاعدہ سمجھنا چاہیئے

سوالات

۱۔ لا کا مربہ ڈالو۔ بوتل میں ڈالو گے یا مرتبان میں؟۔

۲۔ لا لا لا کو چند کرو لا سے تقسیم کرو۔؟

٭٭٭

ابتدائی جیومیٹری

جیومیٹری لکیروں کا کھیل ہے، علما نے جیومیٹری کو ہم لکیر کے
کہہ سکتے ہیں۔ دنیا نے اتنی ترقی کر لی ہے۔ ہر چیز بہ شمول سائنس
مہنگائی کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ لیکن جیومیٹری والوں کے ہا
اب تک زاویہ قائمہ ۹۰ درجہ کا ہوتا ہے اور مثلث کے اندر
زاویوں کا مجموعہ ۱۸۰ درجہ سے تجاوز نہیں کر پایا۔ امریکہ اور ر
ہر معاملہ میں لڑتے ہیں، لیکن اس معاملہ میں ملی بھگت ہے ہم ا
ملک میں اپنی پسند کا نظام لائیں گے تو اپنی اسمبلی میں ایک قا
بنائیں گے چند درجے ضرور بڑھائیں گے۔ مستطیل بھی جیسی پرا
زمانے میں چوکور ہوتی تھی۔ ویسی ہی آجکل ہے، کسی کو یہ تو
تک نہ ہوئی کہ اس کے چار سے پانچ یا چھ ضلعے کر د
ایک آدھ فالتو ہے تو اچھا ہی ہے، مغربی پاکستا
کے ضلعوں میں ہم ردوبدل کر سکتے ہیں تو مستطیل وغیرہ کے ضلع
میں کیوں نہیں کر سکتے

جیومیٹری میں بنیادی چیزیں ہیں خط، نقطہ، دائرہ ا

شلث وغیرہ۔ اب ہم ان کا تھوڑا تھوڑا حال لکھتے ہیں۔

خط

خط کی کئی قسمیں ہیں:۔

خط مستقیم:۔ یہ بالکل سیدھا ہوتا ہے۔ اس لئے اکثر نقصان اٹھاتا ہے۔ سیدھے آدمی بھی نقصان اٹھاتے ہیں۔

خط منحنی:۔ یہ ٹیڑھا ہوتا ہے۔ بالکل کھیر کی طرح لیکن اس میں میٹھا نہیں ڈالا جاتا۔

خط تقدیر:۔ اسے فرشتے بکی سیاہی سے لکھتے ہیں۔ یہ مستقیم بھی ہوتا ہے منحنی بھی۔ اس کا مٹانا مشکل ہوتا ہے۔

خط شکستہ:۔ یہ وہ خط ہے جس میں ڈاکٹر وغیرہ نسخے لکھتے ہیں۔ تبھی تو آج کل لوگ اپنے بیماریوں سے نہیں مرتے جتنے غلط دواؤں کے استعمال سے مرتے ہیں۔

خط کی دو اور مشہور قسمیں

۱۔ حسینوں کے خطوط:۔ یہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن میں دور بہت دور افق کے پار جانے کا ذکر ہوتا ہے جو

ظالم سماج نہ پہنچ سکے۔ یہ تصویر بتاں کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ جو حسینوں کے چہرے پر ہوتے ہیں اور جن کو چھپانے کے لئے ہر سال کروڑوں روپے کی کریمیں، لوشن، پوڈر وغیرہ صرف کئے جاتے ہیں۔

ایک خط پرانے اُردو شعراء کے معشوقوں کے چہرے پر آیا کرتا تھا جس کے بعد عاشق کو یہ دوسری قسم کے خط بلکہ رجسٹری لفافے آنے شروع ہو جاتے تھے۔

کسی شاعر کا شعر ہے ؎

اب جو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

۲۔ **متوازی خطوط**:۔ یہ ویسے تو آمنے سامنے ہوتے ہیں لیکن تعلقات نہایت کشیدہ۔ ان کو کتنا بھی لمبا کھینچکر لے جایئے۔ یہ کبھی آپس میں نہیں ملتے۔ کتابوں میں یہی لکھا ہے، لیکن ہمارے خیال میں ان کو ملانے کی کوئی سنجیدہ کوشش کبھی نہیں کی گئی، آجکل بڑے بڑے ناممکنات کو ممکن بنا دیا گیا ہے۔ یہ تو کس شمار و قطار میں ہیں۔

نقطہ (.)

نقطہ یعنی بندی، یعنی پوائنٹ۔ یہ محض کسی جگہ کی نشاندہی

چل نکل اسلام کے دائرے سے

کے لئے ہوتا ہے۔ جیومیٹری کی کتابوں میں آیا ہے کہ نقطہ جگہ نہیں گھیرتا۔ ایک آدھ نقطے کی حد تک یہ بات صحیح ہوگی، لیکن چار نقطوں سے تو آپ سارا ہندوستان گھیر سکتے ہیں۔

دائرہ

دائرے چھوٹے بڑے ہر قسم کے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ قریب قریب سبھی گول ہوتے ہیں۔ ایک اور عجیب بات ہے کہ ان میں قطر کی لمبائی ہمیشہ نصف قطر سے دوگنی ہوتی ہے۔ جیومیٹری میں اس کی کوئی وجہ نہیں لکھی گئی ہے، جو کسی پرانے زمانے میں فیصلہ کر دیا اب تک چلا آرہا ہے۔

ایک دائرہ اسلام کا دائرہ کہلاتا ہے۔ پہلے اس دائرے میں لوگوں کو داخل کیا کرتے تھے۔ لیکن آجکل داخلہ ممنوع ہے صرف خارج کرتے ہیں۔

مثلث

تکون کے تین کونے ہوتے ہیں۔ چار کونوں والی بھی ہوتی ہونگی لیکن ہمارے ملک میں نہیں پائی جاتیں۔ کم از کم ہماری نظر سے نہیں گزریں۔

مثلثیں کئی طرح کی ہوتی ہیں، مثلاً عشق کی مثلث، یعنی عاشق
محبوب اور رقیب۔ فلم میں بھی یہی مثلث ہوتی ہے۔ لیکن وہاں ان
تینوں کو پیسے ملتے ہیں۔ رقابت۔ رقابت سے لے کر شادی تک
تمام ساز کے خرچ پر ہوتی ہے۔

سوالات

۱۔ خطِ نستعلیق، خط استوا، اور خطِ وحدانی میں کیا فرق
ہے۔؟

۲۔ مثلث کے چاروں اضلاع برابر کیوں نہیں ہوتے؟

۳۔ سبز خط پر کتنے پیسے کے ڈاک ٹکٹ لگتے ہیں۔؟

سب سے ٹھوس دلیل!

ابتدائی سائنس

مادے کی قسمیں

مادے کی تین قسمیں ہیں :-

ٹھوس

مائع

گیس

ٹھوس

ٹھوس کا مطلب ہے ٹھوس، جیسے ٹھوس دلائل، ٹھوس اقدامات، ٹھوس نتائج وغیرہ

ٹھوس دلائل، ایسے دعوؤں کے لئے لائے جاتے ہیں، جو خود کمزور ہو۔ سب سے ٹھوس دلیل اب تک لاٹھی ہی ثابت ہوئی ہے بھینسوں کے لئے بھی، انسانوں کے لئے بھی۔

ٹھوس اقدامات اتنے ٹھوس ہوتے ہیں کہ کبھی نہیں کئے جاتے، بس حکومتیں ان کے ٹھوس وعدے کیا کرتی ہیں، ٹھوس نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسی حکومتیں بہت دن نہیں رہتیں۔

ٹھوس اشیاء اپنی شکل نہیں بدلتیں، ہاں دوسروں کی بدل …ا ہیں۔ پتھر ٹھوس ہے جیسا ہے ویسا ہی رہتا ہے۔ لیکن کسی آدمی …ے لگے تو وہ کیا ٹھوس کیوں نہ ہو اس میں سے مایع اور گیس …یسرہ نکلنے لگتے ہیں۔ مایع آنسو، گیس جیسے آہیں …یاں وغیرہ!

مایع

مایع کا مطلب آپ جانتے ہی ہیں۔ لہٰذا تفصیل میں جانے …ی ضرورت نہیں۔ پانی بھی مایع ہے اور دودھ بھی مایع ہے اسی …لیے مثل مشہور ہے کہ مایع کو مایع ملے کر کر لمبے ہاتھ۔ بعض اوقات …ایع کو مایع میں ملانے کا نتیجہ بڑا ٹھوس نکلتا ہے، چنانچہ بعض گوالوں …ے اسی فارمولے پر عمل کر کے بڑے بڑے مکان کھڑے کر لئے ہیں۔

یہ قول بھی دودھ والوں پر ہی صادق آتا ہے۔ مایع تیرے …تین نام، پرسا، پرسو، پرس رام۔

بعض اوقات ٹھوس سے ٹھوس ٹکرا کر بھی مایع حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً بھینس کو ڈنڈے ٹکرائے جائیں تو مایع دیتی ہے ورنہ نہیں دیتی۔

مایع کو سیال بھی کہتے ہیں جیسے آتش سیال، سہر سیال وغیرہ

گیس

گیس کا مطلب بھی ہمارے عزیز طالب علموں سے مخفی نہ ہو گا جسے دیکھو اس کی شکایت لئے پھرتا ہے، یہاں ہم اس کے لئے ایک آزمودہ نسخہ درج کرتے ہیں۔

اجوائن، کالا نمک، کلونجی اور اطریفل ہم وزن لیجئے اور اپنی ہتھیلی پر رکھ کر پھانک لیجئے۔ انشاءاللہ تعالیٰ فائدہ ہو گا۔ سوڈا واٹر بھی مفید ہے۔

سنا ہے گرمیاں آتی ہیں تو محکمہ واٹر سپلائی پانی کے نلکوں میں گیس سپلائی کرنے لگتا ہے۔ شاید اسی لئے لوگ غسلخانوں میں روٹی پکاتے ہیں، اور باورچی خانوں میں نہاتے دیکھے گئے ہیں لیکن یقینی نہیں۔

حرارت

حرارت کا مطلب ہے گرمی۔ گرمی کا لفظ آسان ہے، اسے استعمال کریں تو خطرہ ہے کہ طالب علموں کی سمجھ میں آجائے گا اور تعلیم کا مقصد

فوت ہو جائے گا۔

اصطلاحیں بمشکل ہی اچھی لگتی ہیں، انگریزی ذریعہ تعلیم کو بدلنے میں بھی ہچکچاہٹ اور تاخیر اسی وجہ سے ہے۔

حرارت ناپنے کا آلہ تھرمامیٹر کہلاتا ہے، جوں جوں حرارت بڑھے گی اس کا پارہ چڑھتا جائے گا۔ آدمی بھی اسی اصول پر کام کرتا ہے، پیسے والے غریبوں کے مطالبات سنتے ہیں۔ گرمی کھاتے ہیں اور ان کا پارہ چڑھ جاتا ہے۔

حرارت سے چیزیں پھیلتی ہیں، اس کی بہت سی مثالیں ہیں، ایک آپ بھی جانتے ہوں گے کہ جبتک کسی کی مٹھی گرم نہ کی جائے کام نہیں کرتا۔

کشش کے اصول

کشش کئی طرح کی ہوتی ہے۔ پیسے کی کشش۔ کرسی کی کشش
جنسی کشش وغیرہ۔ دنیا کے سارے کاروبار اور قوم کی
لوٹ خدمتیں پہلی دو کششوں کے باعث ہیں، تیسری کشش آ
کل ناولوں اور فلموں میں پڑتی ہے اسے ڈالنے کے بعد ان چیزو
ہیں اور کچھ یعنی کہانی اور پلاٹ تک ڈالنے کی ضرورت نہیں۔

کششِ ثقل

یہ نیوٹن نے دریافت کی تھی، غالباً اس سے پہلے نہیں ہوتی تھی، نیوٹن اس سے درختوں سے سیب گرا لیا کرتا تھا۔ آج کل سیڑھی پر چڑھ کر توڑ لیتے ہیں، آپ نے دیکھا ہوگا کہ کوئی شخص حکومت کی کرسی پر بیٹھ جائے تو اس کے لئے اٹھنا مشکل ہو جاتا ہے لوگ زبردستی اٹھاتے ہیں۔ یہ بھی کششِ ثقل کے باعث ہے۔

کششِ انابیب شعری

انابیب انب کی جمع ہے۔ یہ عربی کا لفظ ہے جس کے معنی ہمیں نہیں آتے۔ کشش کا مطلب کشش شعری کا مطلب شعری۔

یہ شاید اس کشش کا نام ہے جس کے بل پر لوگ مشاعروں میں کھنچے چلے آتے ہیں، لیکن ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے۔ صرف نام سے اندازہ ہوتا ہے، کشش انابیب شعری غزل کے شعر میں کشش ویسے یہ بھی ناممکن نہیں ہے کہ یہ ہمارے دوست عبدالعزیز خالد کے کسی مجموعہ کا نام ہو۔

٭٭٭

پانی

پانی کئی طرح کا ہوتا ہے
بارش کا پانی
نل کا پانی
کوکا کولا۔
گرائپ واٹر
سیون اپ
گولڈ اسپاٹ۔
آنکھ کا پانی
چلو بھر پانی۔

کسی زمانے میں ہمارے ہاں ہندو پانی اور مسلمان پانی بھی ہوتا تھا۔ اب شاید نہیں ہوتا۔

پانی بڑے کام کی چیز ہے۔ لیکن اس میں ایک خرابی ہے۔ یہ اپنی سطح ہموار رکھتا ہے جب ہم اسکول میں پڑھا کرتے تھے تب بھی ہمیں اس پر یہی اعتراض تھا۔ اس کی دیکھا دیکھی لوگ سوچنے لگ

ہیں کہ انسانوں کو بھی اپنی سطح ہموار رکھنی چاہئے، یہ غلط بات ہے پانی، پانی ہے۔ انسان، انسان ہے۔

ہمارے سائنسداں آجکل بڑے بڑے دستخطوں سے لمبے لمبے بیان نکال رہے ہیں تاکہ یہ رجحان نہ پھیلے۔ انہیں چاہئے کہ پانی کو سمجھائیں کہ میاں تو بھی اپنی سطح اونچی نیچی رکھا کر۔ اونچ نیچ میں بڑے بڑے فائدے ہیں، سطح ہموار رکھنے سے کیا حاصل ہوگا عاقبت کی بھی فکر ہے تجھے؟

کبھی کبھی تو اتنی بارش ہوتی ہے کہ آدمی تو کیا سارا شہر پانی پانی ہو جاتا ہے۔ سوائے کارپوریشن اور انتظامیہ کے اور کبھی کبھی بارش کی بجائے قلندر کی بات سے بھی ایسا ہی ہو جاتا ہے!

٭٭٭

روشنی

روشنی بڑی اچھی چیز ہے، سوائے روشنی طبع کے جو بلا بھی ہو جاتی ہے۔ روشنی پیدا کرنے کے کئی ذرائع ہیں۔ موم بتی، بلب لالٹین اور سورج وغیرہ۔

سورج روشنی تو خوب دیتا ہے لیکن دقت یہی ہے اس کا مکھڑا

بے فائدہ ہے۔ دن میں تو ویسے بھی روشنی ہوتی ہے۔ رات کو نکلا کرتا تو اچھا تھا۔

روشنی کا ایک مصرف یہ ہے کہ اس پر پروانے آتے ہیں، اور پروانہ وار نثار ہوتے ہیں۔ شمعیں نہ ہوتیں تو پروانوں کے لئے بھی فیملی پلاننگ کا محکمہ کھولنا پڑتا۔

روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی گھنٹہ ہے، اندھیرے کی رفتار کبھی ناپی نہیں گئی، آپ اس کی رفتار روشنی کی رفتار سے کچھ زیادہ ہی سمجھئے۔

اندھیرے کو تاریکی بھی کہتے ہیں۔ اور ظلمات بھی۔ بحر ظلمات ایک سمندر ہے جس سے علامہ اقبال کے بیان کے مطابق پرانے زمانے کے مسلمان ریس کورس کا کام لیا کرتے تھے یعنی ان میں گھوڑے گھوڑے دوڑاتے تھے۔

***

سوالات

۱۔ ہمارے محلے کی سڑکوں پر ہمیشہ اندھیرا رہتا ہے۔ اس کی وجہ پر روشنی ڈالو۔

۲۔ پانی کے جوش میں آنے کا درجہ ۱۰۰ سنٹی گریڈ ہے۔ انسان کے جوش میں آنے کا کیا درجہ ہے۔

۳۔ حضرت جوش ملیح آبادی کا درجۂ حرارت بھی صحیح صحیح بتانے کی کوشش کرو۔

۴۔ وہ کشش کون سی ہوتی ہے جس سے سرکاریں کچے دھاگے میں بندھی آتی ہیں۔

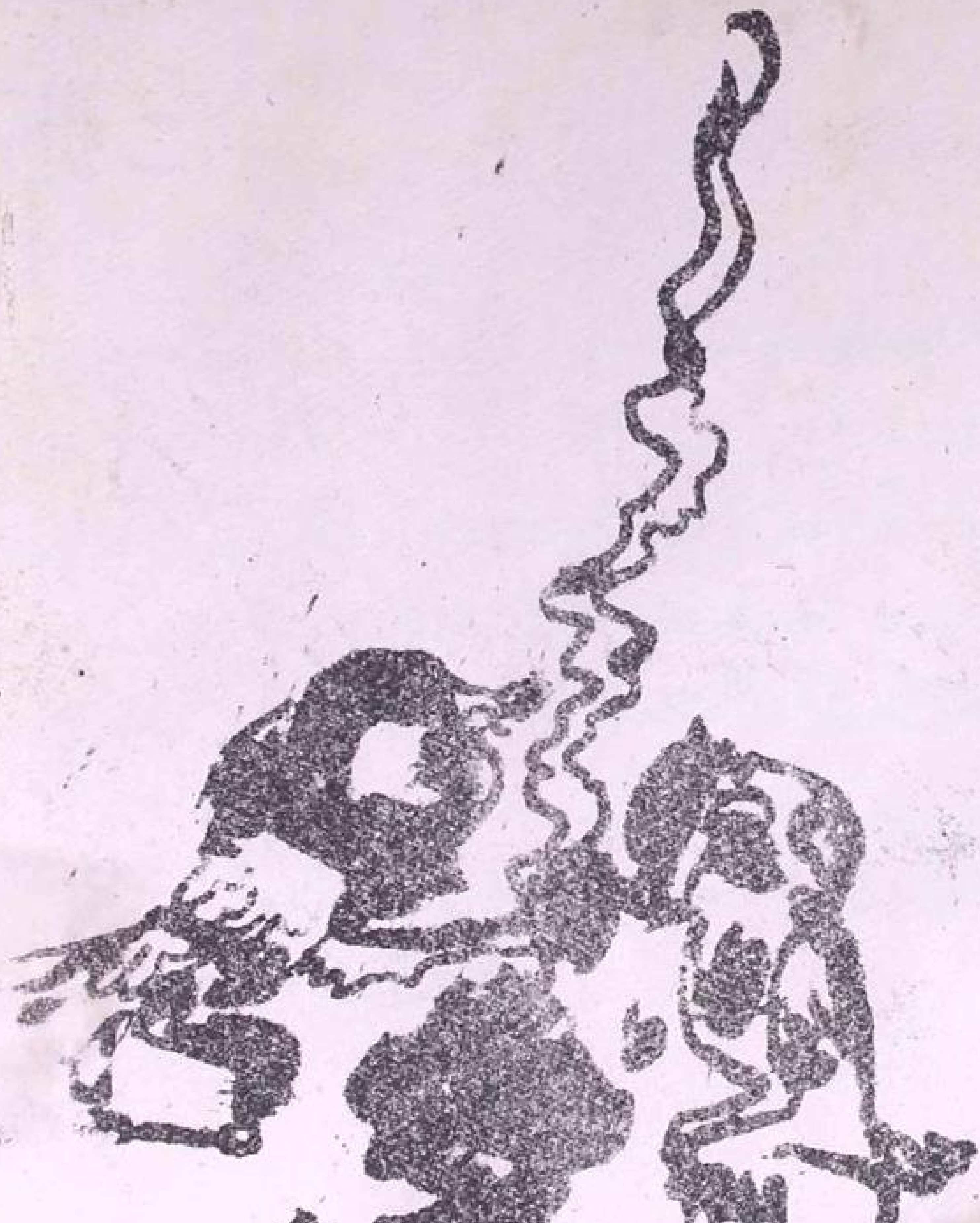

آپس کا اتفاق

دوسری دفعہ کا ذکر ہے

(چند سبق آموز کہانیاں)

چڑا اور چڑیا

ایک ننھی چڑیا
ایک تھا چڑا
چڑیا لائی دال کا دانہ
چڑا لایا چاول کا دانہ
دونوں نے مل کر کھچڑی پکائی،
دونوں نے پیٹ بھر کھائی۔

آپس میں اتفاق ہو تو ایک ایک دانے کی کھچڑی بہت ہوتی ہے۔

چڑا بیٹھا دیکھ رہا تھا کہ اس کے دل میں وسوسہ آیا کہ چاول کا دانہ بڑا ہوتا ہے، دال کا دانہ چھوٹا ہوتا ہے،

پس دوسرے دن کھچڑی پکی تو چڑے نے کہا اس میں سے چھپّن حصّے مجھے دے، چوالیس حصّے تو لے۔ اے بھاگوان پسند کر یا

ناپسند کر، حقائق سے آنکھ مت بند کر۔

چڑے نے اپنی چونچ میں سے بھی چند کلمات نکالے اور اس بی بی کے آگے ڈالے۔

بی بی ہوئی حیران۔ بلکہ رو رو کر ہلکان بھی ہوئی کہ اس کے ساتھ تو میرا جنم کا ساتھ تھا۔ لیکن کیا کر سکتی تھی؟

دوسرے دن

پھر چڑیا دال کا دانہ لائی۔

اور

چڑا لایا چاول کا دانا۔

دونوں نے الگ الگ ہنڈیا چڑھائی۔

کھچڑی نہ پکائی۔

کیا دیکھتے ہیں کہ دو ہی دانے ہیں

چڑے نے چاول کا دانہ کھایا۔

چڑیا نے دال کا دانہ اٹھایا۔

چڑے کو خالی چاول سے پیچش ہو گئی۔

چڑیا کو خالی دال سے قبض ہو گیا۔

دونوں ایک حکیم کے پاس گئے۔

حکیم ایک بلا تھا۔
اس نے دونوں کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور پھیرتا ہی چلا گیا۔

کچھ ۔۔۔۔؟
دیکھا تو تھے یک مشت پیر۔

یہ کہانی بہت پرانے زمانے کی ہے۔ آج کل تو چاول ایکسپورٹ ہو جاتا ہے، اور دال مہنگی ہے،
اتنی مہنگی کہ وہ لڑکیاں جو مولوی اسمٰعیل میرٹھی کی کتابوں میں دال بگھارا کرتی تھیں۔ آج کل فقط شیخیاں ہی بگھارتی ہیں۔

تمت

ایک تھا گورو۔ بڑا نیک، دھرماتما، دو اُس کے چیلے تھے
وفادار، جاں نثار، گورو کے خون کی جگہ اپنا پسینہ گرانے کے لئے
ہمہ وقت تیار۔

ایک کا نام پور بول تھا، دوسرے کا پچھمی چند

گورو جی جب لوگوں کو اپدیش دینے اور ان کی مرادیں پوری کرنے کے بعد آرام کرنے کو لیٹتے تو چیلا پور بول ان کی داہنی ٹانگ دباتا تھا اور پچھمی چند بائیں ٹانگ کی ٹہل سیوا کرتا تھا۔

دونوں اپنے اپنے حصے کی ٹانگ کی ٹہل سیوا کرتے، یعنی مٹھی چاپی کرتے۔ تیل چپڑ کر اسے چمکاتے، جھنڈیاں اور گھنگرو باندھ کر اسے سجاتے۔ اس پر کبھی بھی نہ بیٹھنے دیتے۔

ایک روز کرنا پر ماتما کا ایسا ہوا کہ گورو جی ایک کروٹ لیٹ گئے اور ان کی بائیں ٹانگ داہنی ٹانگ کے اوپر جا پڑی۔ چیلے پور بول کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے فوراً ایک ڈنڈا اٹھایا اور بائیں ٹانگ کے رسید کیا۔ گورو جی نے بلبلا کر داہنی ٹانگ اوپر کر لی۔

اب پچھمی چند کی غیرت نے جوش مارا۔ اس نے اپنی لٹھیا اٹھائی اور داہنی ٹانگ کی خوب مرمت کی۔ گورو جی بہت چلائے کہ ظالمو کیوں مارے ڈالتے ہو پاپیو، لیکن چیلے کب مانتے تھے گورو جی کی ٹانگیں سوج کر کپا ہو گئیں، مدتوں ہلدی چونا لگاتے رہے۔

⁂

کچھوا اور خرگوش

ایک تھا کچھوا، ایک تھا خرگوش، دونوں نے آپس میں دوڑ کی شرط لگائی. کوئی کچھوے سے پوچھے کہ تو نے شرط کیوں لگائی کیا سوچ کر لگائی..؟

بہر حال... طے یہ ہوا کہ دونوں میں سے جو نیم کے ٹیلے تک

پہلے پہنچے اسے اختیار ہے کہ ہارنے والے کے کان کاٹ لے۔

دوڑ شروع ہوئی تو کچھوا رہ گیا اور خرگوش یہ جا وہ جا، میاں کچھوے وضعداری کی چال چلتے رہے، کچھ دور چل کر خیال آیا کہ اب آرام کرنا چاہیئے، بہت چل لیئے، آرام کرتے کرتے نیند آگئی۔

نہ جانے کتنا زمانہ سوتے رہے، جب آنکھ کھلی تو سستی باقی تھی۔ بولے۔

"ابھی کیا جلدی ہے ... اس خرگوش کے بچے کی کیا اوقات ہے کہ مجھ جیسے عظیم ورثے کے مالک سے شرط جیت سکے، واہ بھئی واہ، میرے کیا کہنے۔"

کافی زمانہ سستا لئے تو پھر منزل کی طرف چل پڑے، وہاں پہنچے تو خرگوش نہ تھا، بیحد خوش ہونے اپنی مستعدی کی داد دینے لگے، اتنے میں ان کی نظر خرگوش کے ایک بچے پر پڑی، اس سے خرگوش کے بارے میں پوچھنے لگے،

خرگوش کا بچہ بولا۔ جناب وہ میرے والد صاحب تھے، وہ تو پانچ منٹ بعد ہی یہاں پہنچ گئے تھے، اور مدتوں آپ کا انتظار کرنے کے بعد مر گئے، اور وصیت کر گئے کہ کچھوے میاں یہاں آجائیں تو ان کے کان کاٹ لینا لہٰذا لیئے ادھر کان ..."

کچھوے نے فوراً ہی اپنے کان اور اپنی سری خول کے اندر کر لی، اور آج تک چھپائے پھرتا ہے۔

پیاسا کوّا

ایک پیاسے کوّے کو ایک جگہ پانی کا مٹکا پڑا نظر آیا۔ بے حد خوش ہوا۔ لیکن یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ پانی بہت نیچے صرف مٹکے کی تہہ میں تھوڑا سا ہے۔ اب سوال یہ تھا۔ کہ پانی کو کس طرح اوپر لائے اور اپنی چونچ تر کرے!

اتفاق سے اس نے حکایات لقمان پڑھ رکھی تھی۔ پاس ہی بہت سے کنکر پڑے تھے، اس نے ایک ایک کنکر اس میں ڈالنا شروع کیا۔ کنکر ڈالتے ڈالتے صبح سے شام ہو گئی، پیاسا تو تھا ہی نڈھال ہو گیا۔

مٹکے کے اندر نظر ڈالی تو کیا دیکھتا ہے کہ کنکر ہی کنکر ہیں سارا پانی کنکروں نے پی لیا ہے بے اختیار اس کی زبان سے نکلا۔

"بہت ترے لقمان کی"۔

پھر بے سدھ ہو کر زمین پر گر گیا اور مر گیا۔

اگر وہ کوّا کہیں سے ایک نلکی لے آتا تو مٹکے کے منہ پر بیٹھا بیٹھا پانی کو چوس لیتا۔ اپنے دل کی مراد پاتا، ہرگز جان سے نہ جاتا۔

اتفاق میں برکت ہے

ایک بڑے میاں جنہوں نے اپنی زندگی میں بہت کچھ کمایا تھا
اور بنایا تھا آخر بیمار ہوئے۔ مرض الموت میں گرفتار ہوئے
ان کو اور تو کچھ نہیں، ایک ہی فکر تھی تو یہ کہ ان کے پانچوں بیٹوں کی
آپس میں نہیں بنتی تھی۔
گاڑھی کیا پتلی بھی نہیں چھنتی تھی
لڑتے رہتے تھے، کسی بات پر اتفاق نہ ہوتا تھا حالانکہ
اتفاق میں بڑی برکت ہے۔
آخر انہوں نے بیٹوں پر اتحاد اور اتفاق کی خوبیاں واضح
کرنے کے لئے ایک ترکیب سوچی
ان سب کو اپنے پاس بلایا اور کہا،
"دیکھو! اب میں کوئی دم کا مہمان ہوں تم سب جا کر ایک ایک
لکڑی لے آؤ۔
لڑکوں نے متفقہ طور پر یہی فیصلہ کیا کہ بابا جی آپے میں
نہیں ہیں۔ بک رہے ہیں، جنون میں کیا کیا کچھ، لیکن یہ سوچ کر کہ

بڑے میاں نے عمر بھر میں ایک ہی تو خواہش ظاہر کی ہے وہ سب ایک ایک مضبوط لکڑی لے آئے۔

"ان پانچوں لکڑیوں کا گٹھا بناؤ"

بیٹوں میں پھر چہ میگوئیاں ہوئیں، لیکن بہر حال پانچوں لکڑیوں کو ایک جگہ باندھ دیا گیا۔

"بڑے میاں نے کہا:" اب اس گٹھے کو توڑ دو!"

"حکم والد مرگ مفاجات، پہلے ایک نے کوشش کی، پھر دوسرے نے پھر تیسرے نے، پھر چوتھے نے اور پھر پانچویں نے بھی زور آزمائی کی۔ لیکن لکڑیوں کا بال بیکا نہ ہوا۔

سب نے یہی کہا: "بابو جی ہم سے نہیں ٹوٹتا، لکڑیوں کا یہ گٹھا"

باپ نے کہا "اچھا اب ان لکڑیوں کو الگ کر دو یعنی ان کی رسی کھول دو" ایک نے آگے بڑھ کر گٹھا کھول دیا اور لکڑیاں علیحدہ علیحدہ ہو گئیں۔

باپ بولا: "اب ان لکڑیوں کو الگ الگ توڑ دو"

لکڑیاں چونکہ موٹی اور مضبوط تھیں۔ اس لیئے سب کی کوشش کے باوجود نہیں ٹوٹ سکیں۔

آخر میں بڑے بھائی کی باری آئی۔ اس نے ایک لکڑی اٹھائی اور اس پر اپنے گھٹنے کا پورا زور ڈالا۔۔ "تڑاق" کی آواز ہوئی۔

باپ نے نصیحت کرنے کے لئے آنکھیں ایک دم کھولا دیں
دیکھتا ہے کہ بیٹا بے ہوش پڑا ہے، لکڑی سلامت ہے، وہ آد
بیٹے کے گھٹنے کی ہڈی ٹوٹنے کی تھی۔

ایک لڑکے نے کہا۔
"یہ بڑھا بہت ہی جاہل ہے!"
دوسرے نے کہا۔
"جاہل ہے اور ضدی بھی"۔
تیسرا بولا۔
"کھوسٹ، سنکی عقل سے پیدل ہے"۔
چوتھا بھی خاموش نہ رہا۔ بولا۔
"سارے بڈھے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ۔ ۔ کمبخت مرتا بھی تو نہیں"۔

بڈھے نے اطمینان کا سانس لیا صرف یہ سوچ کر کہ بیٹوں میں کم از کم ایک بات پہ تو اتفاق ہے۔ اس کے بعد اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور نہایت سکون سے جان دیدی۔

*

بیان جانوروں کا

بھینس

یہ بہت مشہور جانور ہے۔ قد میں عقل سے تھوڑا سا بڑا ہوتا ہے۔ چوپایوں میں یہ واحد جانور ہے کہ موسیقی سے ذوق رکھتا ہے اسی لئے لوگ اس کے آگے بین بجاتے ہیں۔ کسی اور جانور کے

آگے نہیں بجاتے۔

بھینس دودھ دیتی ہے، لیکن وہ ناکافی ہوتا ہے۔ باقی دودھ گوالا یعنی دودھ والا دیتا ہے اور دونوں کے باہمی تعاون سے ہم شہریوں کا کام چلتا ہے۔ تعاون اچھی چیز ہے لیکن دودھ کو چھان لینا چاہئے کہ اس میں سے مینڈک نکل جائیں۔

بھینس کا گھی بھی ہوتا ہے۔ بازار میں ہر جگہ ملتا ہے، اکوڈن چربی اور وٹامن سے بھرپور۔ لیکن زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہئے۔

آج کل بھینس انڈے نہیں دیتیں۔ مرزا غالب کے زمانے میں دیا کرتی تھیں۔

حکما پہلے "روغن گل" بھینس کے انڈے سے نکالا کرتے تھے کئی امراض کے لئے مفید ترین ثابت ہوتا ہے۔

٭

عرض کیا ہے

بکری۔

بکری بھی دودھ دیتی ہے۔ اور اگر زیادہ مجبور کریں۔ تو کچھ مینگنیاں بھی دے ڈالتی ہے۔

جن بکریوں کو شہرت عام اور بقائے دوام کے دربار میں جگہ ملی ہے۔ ان میں ایک گاندھی جی کی بکری تھی، اور دوسری اخفش نامی بزرگ کی، روایت ہے کہ وہ بکری نہیں بکرا تھا۔

شاعری میں اوزان اور بحروں کی تجویز بھی انہی صاحب ہی سے منسوب کی جاتی ہے۔ بیٹھے بیٹھے فاعلاتن فاعلات کیا کرتے تھے، جہاں شک ہو تصدیق کے لئے بکرے سے پوچھ لیتے تھے، کہ کیوں حضرت ٹھیک ہے نا۔؟

وہ بکرا اللہ اسے جنت میں جگہ دے سر ہلا کر ان کی بات پر صاد کر دیا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس بکرے کی نسل بہت پھیلی اور سوتے جاگتے ان کے منہ سے "یس سر" "جی حضور" "جی جناب" "بجا فرمایا" وغیرہ نکلتا رہتا ہے۔ اسے بات سننے اور سمجھنے کی ضرورت نہیں ہوتی جن ملکوں میں بہت انصاف ہو ان میں شیر اور بکریاں ایک گھاٹ پانی پینے لگتی ہیں۔ جس طرح علامہ اقبال کے ایک شعر میں محمود اور ایاز ایک صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس میں فائدہ یہ ہے کہ شیر پانی پینے کے بعد وہیں بکری کو ذبح لیتا ہے، اسے ناشتے کے لئے زیادہ دور نہیں جانا پڑتا۔

٭

اُونٹ

اونٹ بھی ایک جانور ہے، اکبر الہ آبادی نے اسے مسلمان سے تشبیہہ دی ہے، کیونکہ مسلمان کی طرح اس کی بھی کوئی کل سیدھی نہیں ہوتی۔ اور مسلمان کی طرح یہ بھی صحرا کا جانور ہے بہت دن تک بے کھائے پیئے زندہ رہتا ہے۔ جس طرح ہر مسلمان کی پیٹھ پر عظمتِ رفتہ کا کوہان ہوتا ہے۔ اس کی پیٹھ پر بھی ہوتا ہے۔

اونٹ کو ڈاچی بھی کہتے ہیں۔ ڈاچی دا لیا موڑ مہار دے لیکن ریڑھے والوں نے آج کل اس کو پہیئے لگا کر ایکسپریس بنا دیا ہے، عربی میں اس کو ناقہ کہتے ہیں، حضرت قیس کی لیلیٰ ہی نہیں اس زمانے کی سبھی عورتیں ناقے پر ہی سوار ہوا کرتی تھیں بعد میں شاعروں، صورت گروں اور افسانہ نویسوں کے اعصاب پر سوار ہونے لگیں۔ کیونکہ اس میں ہچکولے کم لگتے ہیں آرام زیادہ ملتا ہے۔

آدمی

دودھ دینے والے جانوروں میں پالنے کے لئے سب سے اچھا یہی ہے۔ یہ نوکری کرتا ہے، دوکان کرتا ہے، تنخواہ لاتا ہے، اچھے کھلاتا ہے۔ انہیں پیٹھ پر بٹھاتا ہے۔ عجیب شکلیں بنا بنا کر ہنساتا ہے۔ بہلاتا ہے۔

اپنی مادہ کی خدمت میں جتنی دوڑ دھوپ یہ کرتا ہے کوئی اور جانور نہیں کرتا۔ اسی لئے تو اس کے سینگ غائب ہو گئے ہیں۔ کھر گھس گئے ہیں اور دم جھڑ گئی ہے۔

اس جانور کا پالنا اور سدھانا سب سے آسان ہے اسے طوطے کی طرح بولنا بھی سکھا سکتے ہیں۔ ایک آسانی یہ بھی ہے کہ گھر میں اس کے لئے الگ تھان یا پنجرہ بنانے یا زنجیر ڈالنے کی ضرورت نہیں ہوتی جس کمرے میں چاہو سلا دو، بھاگتا نہیں۔

سوالات

۱۔ تم اپنا شمار پالتوؤں میں کرنا پسند کروگے یا جانوروں میں؟

۲۔ اونٹ کو مسلمانوں سے تشبیہ کیوں دیتے ہیں؟

شیر

شیر آئے، شیر آئے، دوڑنا!
آج کل ہر طرف شیر گھوم رہے ہیں۔
دھاڑ رہے ہیں۔
یہ شیر بنگال ہے۔!
یہ شیر سرحد ہے !!
یہ شیر پنجاب ہے!!!

لوگ بھیڑیں بنے اپنے باڑوں میں دبکے ہوئے ہیں۔
بابا حفیظ جالندھری کا شعر پڑھ رہے ہیں۔

شیر دل کو آزادی ہے
آزادی کے پابند رہیں
جس کو چاہے چیریں پھاڑیں
کھائیں پئیں آنند رہیں!"

شیر یا تو جنگل میں ہوتے ہیں۔
یا چڑیا گھر میں!
یہ ملک یا تو جنگل ہے،
یا چڑیا گھر ہے۔!
یا پھر قالین ہو گا۔
کیونکہ ایک قسم شیر کی "شیر قالین" بھی ہے۔
یا پھر کاغذ ہو گا۔
کیوں کہ ایک "شیر کاغذی شیر" بھی ہوتا ہے۔
یا پھر یہ جانور کچھ اور ہیں۔
آگا شیر کا، پیچھا بھیڑ کا۔
ہمارے ملک میں یہ جانور عام پایا جاتا ہے۔
شیر جنگل کا بادشاہ ہے
لیکن اب بادشاہوں کا زمانہ نہیں رہا۔

اس لئے شیر دل کا زمانہ بھی نہ رہا۔
آجکل شیر اور بکریاں ایک گھاٹ پانی نہیں پیتے۔
بکریاں سینگوں سے کھدیڑ بھگاتی ہیں۔
لوگ باگ، ان کی دم میں نمدہ باندھتے ہیں۔

شکاری شیروں کو مار لاتے ہیں۔
ان کے سر دیواروں پر سجاتے ہیں
ان کی کھال فرش پر بچھاتے ہیں۔
ان پر جوتوں سمیت دندناتے ہیں۔
لوگوں کو فخر سے دکھاتے ہیں۔

میرے شیر تجھ پر بھی رحمت خدا کی
تو کبھی دعنط مت کہہ۔
اپنی کھال میں رہ!"

گرد و پیش کی خبریں

علم بڑی دولت ہے

علم بڑی دولت ہے
تو بھی اسکول کھول
علم پڑھا
فیس لگا۔
دولت کما۔

فیس ہی فیس
پڑھائی کے بیس
بس کے تیس
یونیفارم کے چالیس
کھیلوں کے الگ،
ورائٹی پروگرام کے الگ
پکنک کے الگ۔

لوگوں کے پیچھے پڑ نہ جا
دولت کما۔
اس سے اور اسکول کھول۔
ان سے اور دولت کما۔
کمائے جا، کمائے جا۔
ابھی تو تو جوان ہے۔
یہ سلسلہ جاری رہے۔
جب تک گنگا جمنا ہے۔

پڑھائی بڑی اچھی چیز ہے
پڑھ۔

بہی کھاتہ پڑھو
ٹیلی فون ڈائرکٹری پڑھو
بنک اسٹیٹمنٹ پڑھو
ضرورت رشتہ کے اشتہار پڑھو

اور کچھ مت پڑھو۔

میر اور غالب مت پڑھو
اقبال اور فیض مت پڑھو۔
ابن انشاء کو بھی مت پڑھو
ورنہ تیرا بیڑہ پار نہ ہوگا۔
اور ہم میں سے کوئی
نتائج کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

اخبار

یہ کونسا اخبار ہے ؟

یہ روزنامہ باغ و بہار ہے !

اس کی کیا پاتا ہے ۔ ؟

مجموعہ معلومات ہے !

یہ لوگوں کو سیدھی راہ بھی بتاتا ہے ۔

طاقت کی اکسیری دوائیں بھی بکواتا ہے ۔

اس میں فلمی صفحہ بھی ہوتا ہے ۔

اس میں اسلامی صفحہ بھی ہوتا ہے ۔

غازیوں کی تکبیریں بھی ہوتی ہیں ۔

حسینوں کی تصویریں بھی ہوتی ہیں ۔

دنیا بھی چست رہتی ہے

عاقبت بھی درست رہتی ہے ۔

اخبار کے بڑے فائدے ہیں ۔

اخبار نہ ہو تو قوم کی رہنمائی کیسے ہو ؟ "

اس میں فلمی صفحہ بھی ہوتا ہے!
اس میں اسلامی صفحہ بھی ہوتا ہے!!

ایکٹریسوں کی رونمائی کیسے ہو ؟
لیڈر اپنی ہوا کس میں باندھے ؟
حکیم قبض کی دوا کس میں باندھے ؟
پنساری مریدوں کا پڑا کس میں باندھے ؟
یہ اخبار والا بڑا اندر ہے !

باطل سے نہیں ڈرتا۔
لوگوں سے نہیں ڈرتا۔
کبھی کبھی خدا سے نہیں ڈرتا۔
بس سرکار سے ڈرتا ہے۔
بڑا اچھا کرتا ہے۔
جب تک خوشنودیٔ سرکار ہے۔ اخبار ہے،
روزگار ہے، کوٹھی اور کار ہے !
پرانے لوگ ایسا نہیں کرتے تھے۔
پرانے لوگ بھوکے بھی تو مرتے تھے۔

پھر بھی میاں اخبار والے
اخبار کالا کر،
اپنا کردار کالا مت کر۔
صرف اخبار بیچ — ایمان مت بیچ —!

بینگن اور مولی وغیرہ

یہ کیا ہے ؟

یہ بینگن ہے !

یہ کونسا بینگن ہے ؟

یہ تھالی کا بینگن ہے !

لڑھکتا رہتا ہے !

تبھی تو ہر موسم میں تر و تازہ رہتا ہے !

یہ کیا ہے ؟

یہ مولی ہے !

یہ کس کھیت کی مولی ہے ؟
یہ ہر کھیت کی مولی ہے !
کبھی اس کھیت میں !
کبھی اس کھیت میں !

یہ کیا ہے ؟
یہ پالک ہے !
یہ کیسی پالک ہے ؟
یہ پہلے مالی کی بے پالک ہے ؟
پھر . . . . . ؟
یہ پہلے مالی کو گالی کیوں دیتی ہے ؟
فطرت سے مجبور ہے !
یوں بھی آج کل
گالی کا دستور ہے !

یہ بینگن اچھے نہیں
یہ مولی اچھی نہیں۔
یہ پالک اچھی نہیں

سبزی کا خیال چھوڑ
وٹامن سے منھ موڑ
مسور کی دال کھا۔
اپنے منھ پر نہ جا۔

سوالات

۱۔ یہ بلنگن کس نے بوئے تھے؟ مولی کس نے اگائی تھی؟ نام بتاؤ۔ ڈرو نہیں۔

۲۔ سبزی یہاں کیوں اگائی جاتی ہے؟ وٹامن باہر سے کیوں منگائی جاتی ہے؟

☼

کپڑے والے کے ہاں

آہا ہا... کپڑے کی دوکان ہے. کیسی سجی ہے. اوپر سے نیچے تک تھان ہی تھان ہیں.

دوکاندار کسی بی بی کو ساڑھی پہن کر دکھا رہا ہے اور مونچھیں مٹکا رہا ہے. اور جتا رہا ہے کہ بی بی جی! یہ ساڑھی کوتل کی ہے. دو سو روپے میں مفت ہے.

"آئیے بابو جی! کیا لیجئے گا؟ نین سکھ، وائل؟"

"نہ میاں دوکاندار! ہم آنکھوں کے اندھے تھوڑا ہی ہیں!"

"دل کی پیاس؟ شمونز؟ شفون؟ جارجٹ؟"

"نہیں میاں نہیں۔ ہمارا حال پتلا ہے۔ گاڑھے کے سوا کچھ نہیں پہن سکتے۔"

"میاں دوکاندار کپڑے کے بھاؤ کیوں بڑھا دیئے ہیں؟"

"حضور... آپ کا معیارِ زندگی بلند کر رہا ہوں!"

"گاہکوں کے کپڑے کیوں اتارتے ہو؟"
"حضور! ان کے کپڑے نہ اتاروں تو کپڑے کے نئے نئے بل کہاں سے ٹکڑے کروں، قوم کی خدمت کیسے کروں؟"

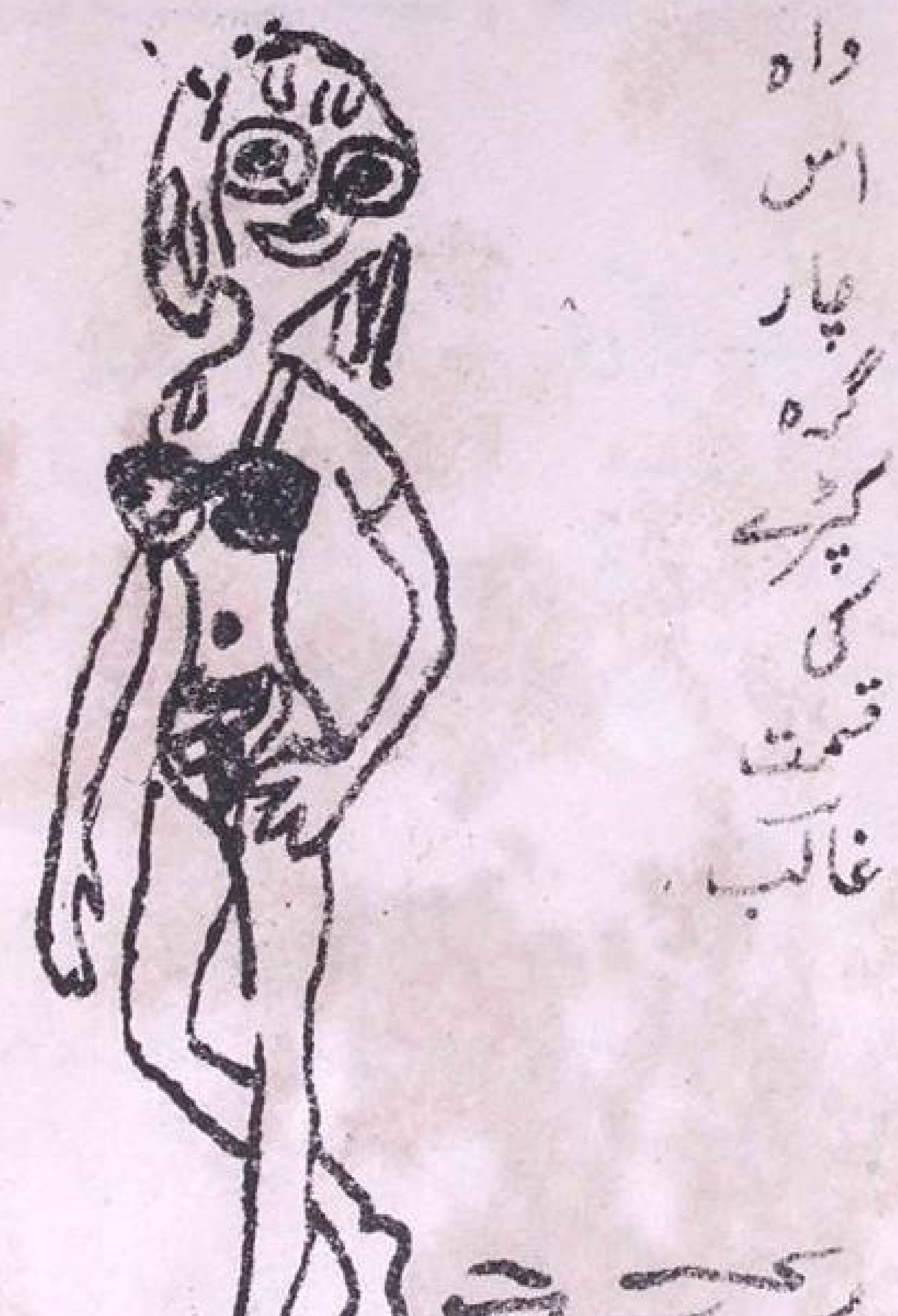

کپڑوں میں کپڑا لنگوٹی

چاہے پہنئے

چاہے پھاگ کھیلئے

نہ دامن کا ٹنٹا کہ کوئی پکڑ سکے نہ گریبان کا کھٹکا کہ کوئی چاک کر سکے۔

سوالات

۱۔ غالب کے زمانے میں عاشق کے گریبان میں چار گرہ کپڑا لگتا تھا۔ اب کتنا لگتا ہے؟

۲۔ تن کی عریانی سے بہتر نہیں دنیا میں لباس، یہ لباس غریبوں اور امیروں میں یکساں مقبول کیوں ہے؟

جوتے والے کے ہاں

"میاں جوتے والے۔ تم نے دوکان تو خوب سجائی ہے۔"

"جی ہاں! آج کل ہماری بھی بن آئی ہے اچھی کمائی ہے!"

"بھلا یہ جوتا کس بھاؤ کا ہے؟"

"جی یہ بے بھاؤ کا ہے!... دوں۔۔؟

"ہاں دے دو۔ ایک جوڑا دس نمبر کا!"

"لیکن آپ کے تو نو نمبر آنے گا ۔ ۔ ۔ ۔ دس نمبر تو میرا ہے !"

"ہاں ۔ ۔ ۔ تمہاری باتوں سے تو یہی پتہ چلتا ہے ۔ ۔ ۔ نو نمبر ہی دے دو ۔"

"دال بھی چاہیئے ۔ ؟"

"وہ کاہے کو ؟"

"آج کل اس کی بڑی مانگ ہے ۔ جو جوتے لے جاتا ہے دال بھی لے جاتا ہے ، سنا ہے لوگ آپس میں بانٹتے ہیں ۔"

"بھئی پہلی تاریخ کے بعد لیں گے !"

"پہلی تاریخ کے بعد ؟"

"جی ۔ !"

"جناب پہلی کے بعد نہ جوتا ملے گا ، نہ دال ملے گی ، آرڈر بک ہو چکے ہیں ۔"

٭٭٭

مکھن

"مکھن کہاں ہے۔؟"

"مکھن ختم، خلاص۔"

"سارا کھا لیا؟"

"نہیں... سارا لگا دیا۔ یہ کھانے کی چیز تھوڑا ہی ہے بلکہ لگانے کی ہے۔ جس کو لگاؤ پھسل پڑتا ہے۔"

"جو پھسلے گا اس کی ٹانگ ٹوٹے گی۔"

"یہ سوچنا اس کا کام ہے، ہمارا کام تو لگانا ہے۔!

سوالات

۱- کیا تم نے کبھی کسی کو مکھن لگایا ہے۔ اگر نہیں تو ہمیں لگاؤ!

ختم شد